۸۷ محمد سراج الدین

ما شاء الله لا قوة الا بالله العلي العظيم

اسلامی تاریخ کے سچے واقعات

ناشر

کتب خانہ رشیدیہ دہلی

① خدا اپنے گھر کی حفاظت خود کرتا ہے

مکہؐ شریف ابتدائے آفرینش ہی سے ایک مقدس اور پاکیزہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر وہاں خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ یہ خدا کی عبادت کیلئے پہلا گھر تعمیر ہوا اور اسے تمام حملوں سے مامون و محفوظ رکھا گیا۔

قریش اِس حرم کے خدمت گذار تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آپؐ کے دادا عبد المطلب اس کے متولّی تھے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر سے لے کر اس وقت تک کسی بادشاہ کو کعبہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی لیکن شاہ حبشہ کے نائب اَبْرَہَہ نے جو یمن کا حاکم تھا۔ یمن میں ایک بہت بڑا گرجا تعمیر کرایا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ کعبہ کی بجائے حج کرنے کے لئے یمن کا رُخ کریں لیکن جب وہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو ایک بہت بڑا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی شروع کر دی تاکہ بیت اللہ کو گرا دے۔ اس کے ساتھ ہاتھیوں کی ایک بہت بڑی فوج تھی۔

مکہ شریف کے قریب پہنچنے پر ابرہہ نے اپنے ایک سردار اسود بن مقصود کو آگے بھیجا جس نے اہل مکہ کی بکریاں اور اونٹ پکڑ لئے۔ ان اونٹوں میں عبد المطلب کے دو سو اونٹ تھے۔

عبدالمطلب کو جب علم ہوا کہ کعبہ کو گرانے کے لئے ایک زبردست حملہ آور نے چڑھائی کی ہے اور اس کے ایک سردار نے ان کے اونٹ پکڑ لئے ہیں تو وہ سیدھے ابرہہ کے پاس گئے۔ عبدالمطلب نہایت ہی خوبصورت بارعب اور باوقار بزرگ تھے۔ جب ابرہہ نے انہیں آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ آپ نے جواب دیا آپ کے سردار ہمارے کچھ اونٹ اور بکریاں پکڑ لائے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے۔ پھر ابرہہ نے پوچھا کوئی اور ارشاد؟ آپ نے جواب دیا بس۔

ابرہہ نے حیران ہو کر کہا میں آپ کو شہر کا سردار اور بڑے درجے کا آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ میں آپ کے کعبہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں آپ نے اپنے اس مقدس مقام کے بچاؤ کے لئے ایک حرف بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔

عبدالمطلب اس کے جواب میں مسکرائے اور فرمانے لگے۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں میں نے اپنے اونٹوں کے لئے کہا کعبہ کا مالک اللہ ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے اور کعبہ کے دروازہ پر پہنچ کر کہا

"اے ربّ کعبہ تیرے سوا ان کے مقابلہ کے لئے کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے رب تو ان سے اپنے حرم کو محفوظ رکھ۔ تحقیق بیت اللہ کے دشمن وہی ہیں جو تیرے دشمن

ہیں۔ انہیں اپنے گھر کے ویران کرنے سے باز رکھ"

ابرہہ اپنے ہاتھیوں سمیت کعبہ کی طرف بڑھا اور سب سے آگے اس کا بڑا ہاتھی محمود نامی جا رہا تھا۔ جب ابرہہ نے کسی کو اپنے مقابلہ میں آتے نہ دیکھا تو بڑے فخر اور طمطراق سے بیت اللہ کا رُخ کیا۔ اِس اثنا میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ آسمان پر چھوٹی چھوٹی چڑیاں جمع ہو گئی ہیں۔ جن کے پنجوں میں کنکر ہیں۔ ان ابابیلوں نے ہاتھیوں پر اِس قدر پتھر برسائے کہ ہاتھیوں سمیت تمام لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ان چڑیوں نے اس زبردست لشکر کو ایسے پیس کر رکھ دیا جیسے کھایا ہوا بھُس ہوتا ہے۔

اب لوگوں نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے گھر کو دُشمن سے کِس طرح بچایا!

۲ حضورؐ کا استقلال

جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ کے لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی اور انہیں ایک خدا کی طرف بُلایا تو وہ بہت غضب میں آ گئے۔ وہ اپنے بُتوں کو کِسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت کی۔ آپ کو بُرا بھلا کہا۔ دُکھ دیئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا طرح طرح کی اذیتیں دیں

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اُن کی ایذا دہی کے باوجود نہ اللہ کا رسُول اپنے ارادہ سے باز آتا ہے اور نہ آپؐ کی جماعت کے صبر و استقلال میں کچھ کمی آئی ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نبی کریمؐ کو قتل کر دیا جائے۔

قریش کے چند سردار آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے ابو طالب تیرا بھتیجا ہمارے خُداؤں کو باطل ٹھہراتا ہے اور ہماری قدیم رسموں پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو آپ اسے سمجھائیں ورنہ ہم خود اسے درست کر دیں گے۔ اگر تمہیں یہ پسند نہیں تو پھر تم بھی اس کے طرفدار ہو جاؤ اور ہم دونوں کا خاتمہ کر دیں"۔

جب ابُو طالب نے دیکھا کہ بھتیجے کے ساتھ اُن کی جان بھی خطرہ میں ہے تو آنحضرتؐ کو بُلا کر سارا ماجرا سُنایا۔ اور کہا۔ بیٹا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنے میں قریش کے مقابلہ کی طاقت نہیں پاتا۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ تمہارے ساتھ میری جان بھی خطرے میں ہے ان دونوں کا بچانا تمہارے اختیار میں ہے۔

حضورؐ نے چچا کی گفتگو کو نہایت حوصلہ سے سُنا اور پھر فرمایا چچا جان اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی دے دیں تب بھی میں تبلیغِ حق سے باز نہیں آؤں گا۔ اور اس

وقت تک اِس کام کو نہیں چھوڑوں گا جب تک خدا کا کام پُورا نہ ہو جائے
یا یہ کام کرتے ہوئے مَیں ہلاک ہو جاؤں۔
جب ابُوطالب نے حضورؐ کا یہ جواب سُنا تو فرمایا "اے محمدؐ تو جو چاہتا
ہے کر۔ ربِّ کعبہ کی قسم مَیں تمہیں کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا جب تک
میرے دَم میں دَم ہے مَیں تمہیں کبھی دشمنوں کے سپرد نہیں کروں گا۔

۳ حضورؐ کا طائف کا سفر

ایک دن نبی کریم صلعم مکّہ شریف سے باہر نکلے تاکہ دُوسرے شہروں میں
بھی اسلام کی تبلیغ کریں۔ آپ پہلے طائف تشریف لے گئے۔ آپ
پیادہ پا تھے اور آپ کے ہمراہ اِس سفر میں زید بن حارثہ رضؓ بھی تھے۔
راستہ میں جتنے قبیلے تھے آپ نے سب کو اسلام کا پیغام دیا اور توحید
کی مُنادی کرتے ہوئے طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے اور اس
قبیلہ کے تین سردار جو آپس میں بھائی تھے وہاں برسرِ اقتدار تھے۔ نبی کریمؐ
اُن سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔
اُن میں سے ایک بولا "اگر اللہ نے تجھے رسُول بنایا ہو۔ تو مَیں کعبہ کے
سامنے اپنی داڑھی منڈواؤں"۔
دُوسرے نے کہا "کیا خدا کو تیرے سوا کوئی رسُول نہیں ملتا تھا
جسے چڑھنے کو سواری بھی میسّر نہیں"۔ تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات کرنے

کو بھی تیار نہیں۔"

آپؐ نے شہر میں وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا اور وہ وعظ کے وقت نبی کریمؐ پر پتھر پھینکتے اور طرح طرح کے آوازے کستے۔ کوئی تالیاں بجاتا اور کوئی گالیاں بکتا۔ لیکن آپؐ اللہ کی توحید بیان کرنے میں مشغول رہے۔ ان بدبختوں نے آپؐ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ حضورؐ کا جسم زخموں سے لہولہان ہو گیا اور خون بہ بہ کر جوتے میں جم گیا یہاں تک کہ وضو کے لئے پاؤں سے جوتا نکالنا بھی مشکل ہو گیا۔

اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے باوجود حضورؐ کا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت سے پُر تھا اور آپ کے دل پر کسی قسم کا صدمہ یا ملال نہ تھا۔ آپؐ کے غلام زید نے آپ کو تسلّی دیتے ہوئے عرض کیا "حضورؐ! آپ ان ظالم بختوں کے حق میں بددعا کریں کہ ان پر آسمان سے پتھر برسیں اور یہ خدا کے عذاب سے غارت ہو جائیں۔" لیکن آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

میں اِن لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں بددعا کروں اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی اولادیں خدا پر ایمان لائیں گی اور مشرف بہ اسلام ہوں گی۔

(۲) حضرت علیؓ کی جان نثاری

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ ۱۳ سال تک مکّہ شریف میں اسلام کی تبلیغ کی لیکن قریشِ مکّہ نے اس دعوت کو قبول کرنے کے بجائے مسلمانوں اور خود داعیٔ اسلام پر طرح طرح کے ظُلم توڑنے شروع کردیئے۔ کسی کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا اور کسی کو جلتے ہوئے کوئلوں پر گھسیٹا جاتا۔ کسی کے گلے میں رسّی باندھ کر اُسے گلی کُوچوں میں رُسوا کیا جاتا اور کسی کا سینہ نیزوں سے چھلنی کیا جاتا۔

آخر اللہ کے سچّے رسُولؐ نے اِن اسلام کے پرِوانوں کو مکّہ شریف سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب قریش نے دیکھا کہ یہ نیک ہستیاں ایک ایک کرکے مکّہ سے نکل رہی ہیں تو انہیں خوف پیدا ہُوا کہ یہ لوگ جو ہمارے پنجہ سے باہر نکل رہے ہیں مُبادا کسی دِن بڑی جمعیّت بنا کر ہم پر حملہ کردیں اِس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اِن تمام باتوں کا علاج یہ ہے کہ خود داعیِٔ اِسلام کا خاتمہ کردیا جائے۔

اُدھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے ارادوں سے بے خبر نہ تھا۔ حضور رسُولِ اکرمؐ کو وحی کے ذریعہ مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حُکم ہُوا۔ چنانچہ آپؐ رات کے وقت اپنے پیارے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور اِس خیال سے کہ مُشرکین کو شُبہ نہ ہو

اپنے بستر پر حضرت علی المرتضیٰ کو لیٹنے کا حکم دیا۔
مشرکینِ مکّہ نے حضور نبی کریمؐ کے مکان کو گھیر لیا اور چاروں طرف ننگی تلواروں کا پہرہ تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر صرف بائیس سال کے قریب تھی لیکن آپ نے جان نثاری کی ایک بے نظیر مثال پیش کی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر نبی کریمؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ مشرکینِ مکہ رسول اکرمؐ کی جان کے دشمن تھے اور اگر وہ اندر داخل ہو کر حملہ آور ہو جاتے تو یقیناً اُن کا پہلا وار حضرت علیؓ پر ہوتا لیکن وہ تو اُسے ایک سعادت سمجھتے تھے اور اپنے حبیبؐ کی بجائے جان دینا اُن کے لئے موجبِ فخر تھا۔
مشرکین تمام رات اِس دھوکہ میں رہے کہ رسُول خداؐ اپنے بستر پر آرام فرما رہے ہیں لیکن جب صُبح ہوئی تو ایک شخص کسی طرف سے آیا اور قریش سے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم محمد (صلعم) کے منتظر ہیں۔ اس نے کہا وہ تو دیر ہوئی تمہارے سامنے سے گزر کر کہیں چلے گئے۔ جب انہوں نے بستر سے حضرت علی المرتضیٰ کو اُٹھتے دیکھا تو اُن کے مُنہ فق ہو گئے اور ناکام واپس چلے گئے۔

۵ وعدہ وفائی صُلح حُدیبیہ کا قصہ

قریش کے ساتھ حُدیبیہ کے مقام پر رسُول اللہؐ نے جو صُلح کی اس کی شرطیں یہ تھیں۔

(۱) دس سال تک باہمی صُلح رہے گی اور آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہو گی۔

(۲) جو قبائل چاہیں قریش سے مِل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں سے مِل جائیں۔

(۳) آگلے سال مسلمانوں کو کعبہ کے طواف کی اجازت ہو گی مگر اُن کے جسم پر ہتھیار نہ ہوں گے۔

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص مُسلمان ہو کر نبی کریمؐ کے پاس چلا آئے تو اُسے قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص اِسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہیں کریں گے۔

عین اُس وقت جب یہ شرطیں لکھی جا رہی تھیں ابو جُندلؓ جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس پُہنچ گئے۔ اُن کے مُسلمان ہونے پر قریش نے انہیں قید کر دیا تھا لیکن وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت وہاں سے بھاگ آئے۔

قریش نے کہا کہ صُلح نامہ کی شرطوں کے مطابق ابو جندل کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ مُسلمانوں نے کہا کہ ابھی عہد نامہ مکمّل نہیں ہوا۔ عہد نامہ مکمّل ہونے اور جانبین کے دستخط ہونے کے بعد اس پر عمل ہو گا۔ فی الحال یہ شرط قابلِ عمل نہیں اور ہم ابو جندلؓ کو واپس نہیں کریں گے۔ لیکن حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا "ہم عہد کر چکے ہیں۔ ہم اِس کی پابندی کریں گے۔" اور ابُو جندلؓ کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔

قریش نے وہیں ابوجندلؓ کی مشکیں کس لیں اور انہیں زنجیروں سے جکڑ لیا۔

ابوجندلؓ کو قریش نے سخت پیٹا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے زخم دکھائے اور کہا کیا تم مجھے پھر اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو میں اسلام لا چکا ہوں کیا تم مجھے پھر کافروں کے سپرد کرتے ہو۔ تمام مسلمان اس سے تڑپ اُٹھے۔ حضرت عمرؓ نے جوش میں آکر نبی کریمؐ سے عرض کیا "ہم اتنی ذلت کیوں برداشت کریں"۔ آپؐ نے فرمایا "میں خدا کا پیغمبرؐ ہوں اور اُس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا"۔ قصہ کوتاہ قریش ابوجندل کو گھسیٹتے ہوئے واپس مکّہ لے گئے۔ اور رسول اللہؐ اپنے وعدہ پر پورے رہے۔

ابوجندلؓ کے جانے پر حضورؐ نے فرمایا " ابوجندل خدا تمہاری رہائی کے لئے کوئی سبیل نکال دے گا۔ اب صلح ہو چکی ہے اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔

مکّہ پہنچ کر انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ لیکن جو شخص اُن کی نگرانی پر مقرر ہوتا آپ اُس کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرتے اور وہ بھی مسلمان ہو جاتا۔ پھر قریش ان دونوں کو قید میں ڈال دیتے اور اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کرتے۔ چنانچہ سال کے اندر ابوجندلؓ کی کوشش اور قوتِ ایمانی سے تین سو آدمی مسلمان ہو گئے۔

اب قریش نے تنگ آکر عہدنامہ میں خود ہی تبدیلی کی درخواست کی اور ایمان والوں کو واپس کرنے کی شرط درج کر دی اور نبی کریمؐ کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان نو مسلموں کو اپنے پاس مدینہ منوّرہ بُلا لیں۔

⑥ حضرت خبیبؓ کا حوصلہ

قریش نے قوم عضل اور قارہ کے چند آدمیوں کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں مدینہ منوّرہ بھیجا کہ ہمارے قبیلے اِسلام لانے کو تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ کچھ مُعلّم روانہ فرمائیے۔ نبی کریمؐ نے دس بزرگ صحابہ کو جن کے سردار حضرت عاصِم بن ثابتؓ تھے اُن کے ساتھ بھیج دیا جب یہ صحابہ مدینہ سے چل کر اُن کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان جلیل القدر صحابہ کو گرفتار کر لیا آٹھ صحابی تو مقابلہ کرتے شہید ہو گئے لیکن باقی دو حضرت خبیبؓ اور حضرت زَید بن دثنہؓ گرفتار کر لئے گئے۔ پھر اِن کم بختوں نے ان دونوں بزرگوں کو غلام بنا کر قریش کے پاس فروخت کر دیا۔

قریش نے حضرت خبیبؓ کو کئی دِن بھوکا رکھا۔ پھر صلیب کے نیچے لا کر کھڑا کر دیا اور کہا "اگر اِسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ تمہیں سُولی پہ لٹکا دیا جائے گا۔"

آپ نے جواب دیا جب اِسلام باقی نہ رہا تو پھر جان رکھ کر کیا کرینگے۔ ایک ظالم نے آپ کے جگر پہ نیزہ مارا اور کہا "اے خبیبؓ! اب تو تم

بھی پسند کرتے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمدؐ پھنس جائے اور تم چھوٹ جاؤ؟
آپ نے نہایت جوش سے جواب دیا "میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔"
پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا "میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا۔ نہ روؤں گا اور نہ ہی چلاؤں گا۔ مجھے موت سے ڈر نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے یہ لوگ بلند صلیب کے پاس لے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے۔ مگر اس آزادی پر موت کو ترجیح دوں گا۔"
پھر آپ نے یہ دعا کی "اے خدا ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی خبر پہنچا دے۔
پھر ان ظالموں نے آپ کو سولی پر چڑھا دیا اور نیزوں سے آپ کے جسم کے ایک ایک حصہ کو چھید اگیا لیکن آپ نے اسلام اور ایمان کی خاطر یہ سب سختیاں صبر و استقلال سے برداشت کیں اور اُف تک نہ کی۔

۷ ایک سچا عاشق نبیؐ حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ شاہِ فارس کی اولاد سے اور شہر رامہر مز کے

باشندے تھے۔ اِسلام سے پہلے آپ کا نام مابہ تھا۔ اور آپ کے باپ کا نام بُودخشاں تھا۔ اِسلام سے پہلے آپ آتش پرست تھے اور ان کا باپ آتشکدہ کا محافظ اور خازن تھا۔

حضرت سلمانؓ اپنے اِسلام لانے کا واقعہ اِس طرح بیان فرماتے ہیں میرا باپ شہر کا سردار تھا اور اُس نے مجھے بڑے ناز و نعمت میں پالا۔ اور کبھی گھر سے باہر نکلنے نہ دیتا۔ ایک دِن وہ مکان کی تعمیر میں مصروف تھا۔ شہر سے کچھ دُور ہماری کچھ زمین تھی۔ میرے باپ نے مجھے وہاں بھیجا۔ راستہ میں میں ایک گرجا سے گذرا اور وہاں چند عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ شام تک میں اُن عیسائیوں کے ساتھ رہا۔ اور اُن سے پُوچھا کہ اِس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا بیت المقدس جو شام میں واقع ہے۔

جب میں رات کو گھر واپس آیا تو اپنے باپ سے کہا کہ عیسائیوں کا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے۔ باپ نے اِس بات کو ناپسند کیا اور مجھے گھر ہی میں قید کر دیا۔ میں نے ان عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھے اِطلاع دینا۔ ایک دن مجھے اطلاع مِلی کہ ایک قافلہ شام جا رہا ہے۔ میں نے چُپکے سے زنجیریں اُتار دیں اور اس قافلہ کے ساتھ شام چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سب سے بڑے پادری اور عالِم کا پتہ پُوچھا۔ انہوں نے مجھے ایک پادری کا نام بتایا۔ میں اُس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ رہنے اور عبادت

کرنے کی اجازت حاصل کر لی لیکن یہ شخص بہت بے دین اور لالچی تھا وہ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور اُن سے صدقہ اکٹھا کر کے اس نے سونے چاندی کے سات مٹکے جمع کر لئے۔

جب وہ مر گیا تو مَیں نے لوگوں کو اس کے تمام حالات بتائے۔ اور انہوں نے اس کی لاش کو دفن بھی نہ کیا بلکہ لٹکا کر سنگسار کر دیا۔

اب اس کی جگہ ایک بہت نیک پادری نے لی۔ یہ بہت ہی عابد اور عالم تھا۔ مجھے اس سے بہت محبت ہو گئی۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھے نصیحت کی کہ موصل میں ایک شخص ہے وہاں چلے جاؤ۔ مَیں وہاں چلا گیا اور اس کی وفات تک اس کے پاس رہا۔ اُس نے مرتے دم مجھے عمّوریہ میں ایک زاہد کے پاس جانے کی نصیحت کی۔

جب اس زاہد کا وقت قریب آیا تو اُس نے مجھے کہا کہ اب دُنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو حضرت مسیحؑ کے طریقہ پر ہو۔ البتہ ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ ہجرت کر کے آئے گا جہاں کھجوروں کے درخت ہیں۔ اُس کی خاص شناخت یہ ہو گی کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا۔ لیکن صدقے کی چیز نہیں کھائے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوّت کی مُہر ہو گی۔ اگر تم سے ہو سکے تو اُس کے پاس چلے جانا وہ خدا کا نبی اور سچّا رہنما ہے۔

اتفاق سے عرب کا ایک قافلہ وہاں سے گذرا۔ مَیں نے اُن لوگوں سے کہا مجھے اپنے ساتھ اپنے مُلک میں لے چلو مَیں تمہیں اپنی گائیں اور بکریاں

دے دُوں گا۔ وہ مجھے وادیٔ قریٰ تک لے گئے اور وہاں جاکر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ میرے مالک کے پاس ایک یہودی مہمان ہُوا اور وہ مجھے خرید کر اپنے ساتھ مدینہ شریف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر مَیں نے اِس جگہ کو پہچان لیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کا پتہ مجھے اس زاہد نے دیا تھا۔

مَیں مدینہ منوّرہ میں اپنے مالک کے کھجوروں کے درختوں میں کام کرتا رہا۔ اور اِس اثنا میں رسُولِ خدا مکہ سے مدینہ شریف لے آئے۔ ایک دن مَیں حسب معمول وہاں کام کر رہا تھا جب میرے مالک کا چچا زاد بھائی اُس کے پاس آکر کہنے لگا۔ خدا مدینہ کے لوگوں کو ہلاک کرے یہ ایک ایسے آدمی کے گرد جمع ہو رہے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ میں خُدا کا نبی ہُوں۔ جونہی یہ بات میرے کان میں پہنچی مَیں فوراً درخت سے نیچے اُتر آیا اور اُس سے پُوچھا کیا معاملہ ہے؟ میرے مالک نے میرے کان پر زور سے ایک مکّا مارا اور کہا تو اپنا کام کر تجھے ایسی باتوں سے کیا؟ مجبوراً مَیں نے اپنا کام شروع کر دیا لیکن میرے دِل میں اس آدمی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ شام کو مَیں چند کھجوریں لے کر اُس جگہ پہنچ گیا جس جگہ کا پتہ اُس نے دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کھجوریں پیش کرکے عرض کیا کہ یہ صدقہ ہیں۔ حضورؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ دُوسرے دن مَیں پھر کچھ کھجوریں لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے کھجوریں لے لیں۔ خود بھی کچھ کھائیں اور باقی اپنے ساتھیوں میں

تقسیم کر دیں۔

اب مَیں نے کہا دو علامتیں تو ٹھیک نکلیں۔ اب تیسری علامت کی بھی پڑتال کرنی چاہیئے۔ اِسی جستجو میں مَیں ایک دن حضورؐ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور کندھے سے چادر مبارک کو نیچے گرا دیا۔ مَیں نے مُہرِ نبوّت کو دیکھا اور اُسے بوسہ دیا۔ اور رو پڑا۔ حضورؐ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے۔ اور مَیں نے اپنا تمام قصّہ شروع سے اخیر تک عرض کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ تم اپنے آقا سے کتابت کر لو یعنی اسے عِوَضانہ دے کر اس سے رہائی کرا لو۔ مَیں نے اپنے آقا سے اِس شرط پر کتابت کی کہ کھجوروں کے تین سَو پودے لگا دوں اور چالیس آوقیہ سونا ادا کروں۔ حضورؐ نے صحابہ کو میری مدد کے لئے کہا اور سب نے دو دو چار چار پودے جمع کر دیئے اور حضورؐ نے سونا بھی اپنے پاس سے ادا کر دیا اور مجھے رہائی نصیب ہوئی۔ اور اب مَیں ہمیشہ نبی پاکؐ کی خدمت میں رہنے لگا۔

۸ منہ لگی شراب پانی کی طرح بالکل بہا دی گئی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بُخاری میں روایت ہے۔ کہ ہمارے پاس انگوری شراب تھی اور مَیں کھڑا ہو کر ابو طلحہؓ اور فلاں فلاں کو پلا رہا تھا۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب شراب حرام نہیں ہوئی

تھی۔ اچانک ہم کیا سُنتے ہیں کہ ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حُکم کی منادی کر رہا ہے کہ "شراب حرام کردی گئی" یہ سُن کر ابو طلحہ نے فوراً کہا "انسؓ! اٹھو اور اِن مٹکوں کو بہادو۔ ہم میں سے جس جس کے ہاتھ میں پیالہ تھا اس نے وہیں رکھ دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اُٹھا اور میں نے شراب کے مٹکے کو گلی میں بہادیا۔

حضور نبی کریمؐ کے ارشاد کا علم ہونے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا کوئی نکتہ چینی نہیں کی۔ مگر اور لیکن کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ سب نے مٹکے گلیوں میں بہا دیئے اور ساغر توڑ دیئے۔ کہتے ہیں کہ اُس دن مدینہ کی گلیوں میں اس طرح شراب بہ رہی تھی جس طرح بارش کا پانی۔

۹ حضرت ابو خیثمہؓ کے خلوص کا ایک سبق آموز واقعہ

جنگِ تبوک ۹ھ ہجری میں ہوئی جب موسم نہایت ہی گرم تھا۔ سفر بہت لمبا اور راستہ دشوار گذار تھا۔ یہ جنگ رُومیوں سے شام کی سرحد پر ہوئی تھی۔ اُن دِنوں گرمی اپنے پُورے شباب پر تھی اور عرب کے ریگستان میں موسمِ گرما میں یہ لمبا سفر اور ایک زبردست دُشمن کا مقابلہ مسلمانوں کے خلوص وایمان پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی تھی۔

جو مخلص اور مؤمنِ کامل تھے وہ بغیر چون وچرا تعمیلِ حُکم کے لئے تیار ہوگئے اور اپنا مال وجان خُدا کی راہ میں دینے کو سعادت سمجھنے لگے مگر جو منافق

تھے وہ جنگ سے جان چھڑانے کیلئے طرح طرح کے حیلے بنانے لگے۔
ایک صحابی جن کا نام ابو خیثمہؓ تھا کسی خاص وجہ سے حضور رسولِ خداؐ کے ہمراہ روانہ نہ ہو سکے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کے ایک دن بعد جب گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کی دو بیویوں نے علیحدہ علیحدہ اُن کے لئے کھجور کی شاخوں کے سایہ دار چھپر تیار کر رکھے ہیں اور اُن پر پانی چھڑک کر انہیں خوب ٹھنڈا بنا رکھا ہے اور ٹھنڈا پانی اور عمدہ کھانا بھی تیار کر رکھا ہے۔
وہ یہ حالت دیکھکر چھپر کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور کہا "افسوس ہمارے آقا و مولا جناب سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات تو اس وقت دھوپ اور تپش میں سفر کر رہے ہوں اور ابو خیثم اس ٹھنڈے چھپروں میں بیٹھ کر کھانا کھائے اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے لطف اُٹھائے، خدا کی قسم ابو خیثم اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ میں ہرگز اس چھپر میں داخل نہیں ہوں گا۔ اور اسی جگہ سے سیدھا نبی کریمؐ کی خدمت میں بھاگتا ہوا جا ملوں گا۔
اس نے اپنی بیویوں کو کہا میرے لئے زادِ راہ فوراً تیار کرو۔ انہوں نے تعمیل کی اور ابو خیثم اُسی دن وہاں سے روانہ ہو پڑے اور تبوک میں آنحضرتؐ کے ساتھ جا ملے۔

⑩ حضورؐ کا احسان حاتم کی بیٹی پر

تبوک کی لڑائی کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو قبیلہ طے کی طرف بھیجا۔

قبیلۂ طے کا سردار عدیؓ بن حاتم مقابلہ کے لئے بڑھا لیکن مقابلہ کی تاب نہ لاکر شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ نے قبیلۂ طے کے کچھ آدمی گرفتار کر لئے۔ اِن میں حاتم کی بیٹی بھی تھی۔ یہ وہی حاتم ہے جس کی سخاوت کے قصّے دُنیا میں مشہور ہیں۔ اِس لڑکی نے نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ مَیں اپنے قوم کے سردار کی بیٹی ہُوں۔ میرا باپ سخی اور فیّاض تھا بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا اور ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ آپؐ نے اِس کو آزاد کر دیا اور فرمایا جب کوئی معزّز اور معتبر آدمی آئیگا تو مَیں اُس کے ہمراہ تمہیں گھر پُہنچا دُوں گا جب اس نے خود رہائی حاصل کر لی تو اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی سفارش کی۔ آپؐ نے اُسے بھی منظور فرما لیا اور تمام قبیلۂ طے کو آزاد کر دیا۔ اِس لڑکی کو زادِ راہ اور کچھ کپڑے عنایت فرما کر نہایت عزّت سے اُس کے گھر پُہنچا دیا۔

یہ لڑکی جب اپنے بھائی کے پاس پُہنچی تو اُس نے پُوچھا تُو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسا پایا؟ لڑکی نے جواب دیا وہ نہایت ہی شریف اور نیک انسان ہے۔ اُن کے اخلاق بہت بلند ہیں اور وُہ احسان کرنے والے سردار ہیں۔

جب عدیؓ نے اپنی بہن سے نبی کریمؐ کے تمام حالات اور تعریف سُنی تو اُس نے خود مدینہ منوّرہ میں دربارِ رسالت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے قبیلہ کا ایک وفد اپنے ہمراہ لیا اور مسجد نبوی میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہُوا۔ آپؐ عدیؓ کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور عزّت و احترام کے ساتھ بچھونے پر بٹھایا۔ اور حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔

عدیؓ نبی کریمؐ کے پاکیزہ اخلاق سے اِس قدر متأثر ہُوا کہ اس نے فوراً حضورؐ سے بیعت کر لی اور اپنے قبیلہ میں واپس جا کر لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی اور بہت سے آدمی اِسلام لے آئے۔

(۱۱) آزمائش ۔ تبوک کا واقعہ

حضور رسُولِ خُداؐ نے جنگِ تبوک پر روانہ ہونے سے پیشتر تمام مسلمانوں کو تیاّری کا حُکم دے دیا تھا۔ مگر دُور و دراز کے سفر اور شِدّت کی گرمی کی وجہ سے بہت سے منافق باوجود تاکیدی حُکم کے آپؐ کے ہمراہ نہ گئے۔ اِن کے علاوہ تین سچّے مُسلمان بھی سُستی کی وجہ سے فوج میں شامل نہ ہو سکے۔ یہ کعبؓ بن مالک۔ مرارہؓ بن الربیعؓ اور ہلالؓ بن اُمیہؓ تھے۔

کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے تبوک کے جنگ میں شامل نہ ہونے کی سوائے کاہلی کے اور کوئی وجہ نہ تھی۔ میرے پاس سواری کے اُونٹ بھی تھے اور زادِ راہ بھی مَوجُود تھا۔ مَیں یہی خیال کرتا رہا کہ کل روانہ ہو جاؤں گا اور آپؐ سے تبوک میں جا ملوں گا۔ ہر روز مَیں اِس ارادہ کو اگلے دِن پر ٹالتا رہا۔ حتیّٰ کہ حضورؐ کے واپس تشریف لانے کی خبر آگئی۔ میرے دُوسرے دوؔ دوستوں کا بھی یہی حال تھا۔

جب آنحضرتؐ مدینہ واپس تشریف لائے تو لوگ مِلنے کیلئے حاضر ہوئے اور جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے انہوں نے طرح طرح کے بہانے

پیش کر کے معذرت چاہی۔ میں بھی حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کس وجہ سے رہ گئے کیا تم نے بیعت نہیں کی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر میں کسی اور دنیادار بادشاہ کے سامنے ہوتا تو سچی جھوٹی باتیں بنا کر اپنی صفائی پیش کر دیتا لیکن میں حضورؐ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حقیقت میں مجھے کسی قسم کی معذوری نہ تھی۔ میں جس قدر خوش حال اور تندرست اب تھا کسی زمانہ میں نہیں ہوا۔ صرف اپنی بیوقوفی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا جا اور اپنے متعلق خدا کے حکم کا انتظار کر۔ میں چلا آیا۔ میرے دوست اور قوم کے آدمی میرے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے تم بھی کوئی بہانہ بنا کر معافی حاصل کر سکتے تھے۔ تم خواہ مخواہ ہی سزا کے مستحق بن گئے۔ واپس چلو اور اب بھی کوئی عذر کر دو۔ میں نے کہا میں جھوٹ بول کر نبی کریمؐ کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا۔

نبی کریمؐ نے تمام مسلمانوں کو ہم تین آدمیوں کے ساتھ کلام اور میل جول سے منع فرما دیا۔ اب حالت یہ تھی کہ تمام لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا اور جدھر ہم جاتے کوئی ہمارے ساتھ بات نہ کرتا۔ ہمارے دوستوں اور عزیزوں نے آنکھیں پھیر لیں اور ہم سخت شرم زدہ اور پریشان تھے۔ جب میں بازار میں جاتا تو سب کو دیکھتا مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ آخر مسلمانوں کی بے رخی سے تنگ آ کر میں اپنے ایک رشتہ دار ابو قتادہؓ کے ہاں گیا۔ اُسے آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے اسکے احاطہ کی دیوار پر چڑھ کر اُسے سلام لیا مگر اس نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔

میں روتا ہوا دیوار سے اُترا اور بازار چلا گیا۔ وہاں مجھے شام کا ایک آدمی ملا۔ جس نے مجھے شاہِ غسّان کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا "ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا سردار تم سے ناراض ہے اور تمہارا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ تم ایک معزز شخص ہو۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہاری دلداری کو تیار ہیں" میں نے خط پڑھ کر کہا "واللہ۔ اب آزمائش اس درجہ کو پہنچ گئی کہ ایک مُشرک مجھ کو دم دے رہا ہے۔ میں نے وُہ خط قریب ہی ایک تنور میں ڈال دیا اور خاموش رہا۔

اسی طرح پُورے چالیس دن گذر گئے۔ اکتالیسویں دن مجھے یہ پیغام آیا کہ رسُول خُدا تمہیں یہ حُکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے بیوی کو کہا "جا اپنے میکے چلی جا جب خُدا کا حُکم ہو گا پھر آ جانا۔ دس دن اسی حالت میں گذر گئے۔ میں اپنی جہالت اور کاہلی پر نادم تھا اور اس گناہ کیلئے خُدا سے گڑگڑا کر معافی مانگتا۔ دس دن اس طرح گذر گئے۔ اور پُورے پچاس دن کے بعد ہمیں خوشخبری ملی کہ خُدا نے ہمیں معاف کر دیا۔ میں دوڑتا ہوا نبی کریمؐ کے آستانہ پر حاضر ہوا تو حضورؐ کا چہرہ مُبارک چمک رہا تھا۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ مبارک ہو اللہ تعالےٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔

(۱۲) حضرت عمرؓ کے ہاتھوں ایک منافق کا حشر

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان

بشیر نامی کے درمیان کچھ جھگڑا تھا انہیں اپنا فیصلہ کرانے کیلئے کسی ثالث کی ضرورت تھی۔ یہودی جانتا تھا کہ مُسلمانوں کے پیغمبر عدل و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔ اِسلئے وُہ اپنا فیصلہ نبی کریمؐ سے کرانا چاہتا تھا لیکن اُس مُسلمان کو کعب ابن اشرف یہودی رئیس کی طرف رغبت تھی۔ آخر یہودی کے زور دینے پر وُہ دونوں نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے اُن کے بیان سُننے کے بعد یہودی کو سچا سمجھ کر فیصلہ اُس کے حق میں دیا۔

جب وُہ دربارِ نبویؐ سے باہر نکلے تو اُس مُسلمان نے کہا یہ فیصلہ ٹھیک نہیں۔ چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں۔ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ یہودی نے آتے ہی یہ کہہ دیا کہ ہم دونوں آپ کے نبیؐ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ مگر اِس نے اِس فیصلے کو نہیں مانا۔

حضرت عمرؓ نے بشیر سے یہودی کے اِس بیان کی تصدیق چاہی اُس نے کہا۔ یہ درست ہے کہ ہم رسُولِ خداؐ کے پاس گئے تھے مگر مَیں آپ کے فیصلہ کو اُن کے فیصلہ پر ترجیح دیتا ہُوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارا فیصلہ ٹھیک کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ مَیں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہُوں یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اُس منافق کی گردن اُڑا دی۔ اور فرمایا جو شخص مُسلمان ہو کر اللہ اور اللہ کے رسُولؐ کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے۔

بشیر کے بعض دوستوں نے اِس قتل پر بہت شور و غُل مچایا مگر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر حضرت عمرؓ کے اِس فیصلہ کی تائید فرمائی اور اُس دِن سے

آپ کا لقب فاروق ہوا۔

(۱۴) حضرت ابوبکرؓ کے خدمتِ خلق کے قصّے

حضرت ابوبکر صدیقؓ غریبوں ضعیفوں اور ناتوانوں کی خدمت کرنا اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے تھے۔ وہ اپنے محلّہ کے لوگوں کی بکریاں دوہتے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے اور کمزوروں۔ نابینوں اور ضعیفوں کی ضرورتیں پوری کرتے۔ جب آپ تختِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ کے محلّہ کی ایک لڑکی کو جس کی بکریاں آپ دوہیا کرتے تھے بہت فکر ہوا اور کہنے لگی "ابوبکرؓ تو اب حاکم بن گئے۔ میری بکریاں کون دوہیا کرے گا؟" جب آپ نے سُنا تو فرمایا "خُدا کی قسم میں اب بھی تمہاری بکریاں دوہیا کروں گا۔ خلافت مجھے لوگوں کی خدمت سے باز نہیں رکھے گی۔"

مدینہ منوّرہ میں ایک اندھی اور بوڑھی عورت رہتی تھی۔ وُہ بہت غریب اور معذور تھی۔ اس کی مدد کرنے والا اور اس کے کام کاج کرنے والا کوئی نہ تھا حضرت عمرؓ ہر روز علی الصبح اِس بُڑھیا کے مکان پر جاتے اور اس کی ضروری خدمت سرانجام دیتے اور سویرے سویرے ہی سب کام کاج کرکے واپس آجاتے۔ چند دنوں کے بعد اُنہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے پہلے ہی آکر بُڑھیا کے تمام کاج کر جاتا ہے۔ انہیں یہ تفتیش کرنے کا خیال پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے جو ہر روز ثواب حاصل کرنے میں مجھ سے سبقت لے جاتا ہے؟ چنانچہ ایک روز

حضرت عمرؓ کچھ رات رہتے ہی وہاں پہنچ گئے۔ اور کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین خلیفہ رسول اللہؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ اِس نابینا ضعیفہ کی خدمت گذاری سے فارغ ہو کر اس کی جھونپڑی سے باہر نکل رہے ہیں۔ انہیں دیکھکر بولے۔ یا خلیفہ رسول اللہؐ! کیا آپ ہی ہر روز سبقت لے جاتے ہیں۔

۱۲ حضرت اسما بنت ابوبکرؓ کی قوتِ ایمانی

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کیلئے تشریف لے گئے تو جاتے وقت رسول پاکؐ کی خدمت اور ضرورت کیلئے تمام نقد مال جو پانچ چھ ہزار کے قریب تھا اپنے ہمراہ لے گئے۔ آپ کے جانیکے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہؓ کو جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے ایک تو بیٹے کے گھر سے چلے جانے کا خیال پیدا ہوا دوسرے انہیں پونجی کے گھر سے نکل جانے کا بھی کچھ صدمہ سا ہوا۔ انہوں نے اپنی پوتی اسما بنت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے کہا بیٹی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکرؓ نے تمہیں دوہری مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ ایک تو وہ خود چلا گیا دوسرے نقد مال بھی ساتھ لے گیا۔

اسماؓ اس وقت بہت چھوٹی تھی لیکن انہیں نبی کریمؐ سے عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ نیک باپ کی نیک بیٹی نے جواب دیا" دادا جان۔ وہ ہمارے لئے کافی پونجی چھوڑ گئے ہیں۔ پھر حضرت اسماؓ نے ایک پتھر لیا اور اس پر کپڑا لپیٹ کر اُسے اس گڑھے میں رکھ دیا جس میں سرمایہ رکھا ہوا تھا۔ ابو قحافہؓ نابینا تھے

حضرت اسماءؓ اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُس گڑھے کے پاس لے گئیں۔ ابُو قحافہؓ نے ٹٹول کر دیکھا تو وہاں ایک چھوٹی سی گٹھڑی مَوجُود تھی۔

ابو قحافہؓ کو اب اطمینان ہُوا اور کہنے لگا۔ خیر جب تمہارے پاس کافی سرمایہ مَوجُود ہے تو ابُو بکرؓ کے جانے کا چنداں افسوس نہیں۔ اُس نے اچھا کیا کہ تمہاری ضرورتوں کیلئے کافی مال چھوڑ گئے۔

اسماءؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے اپنے بُوڑھے دادا کے اطمینان کیلئے ایسا کیا ورنہ سرمایہ تو سارا ابّا جان لے جاچکے تھے۔ اُنہیں نبی کریمؐ سے عشق تھا اور وُہ نبی کریمؐ کے آرام و آسائش اور ضرورتوں کو اپنی اور اپنی اولاد کی ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے۔

۱۵ جوانمردی مسیلمہ کذّاب کا خاتمہ

رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد یمامہ کا سردار مسیلمہ کذّاب جو بہت ہی بدفطرت۔ ظالم اور مغرور انسان تھا اپنی عسکری قوّت کے گھمنڈ پر مُرتد ہو گیا اور اس نے نبوّت کا دعوٰی کر دیا۔ اس کے قبیلہ کے تمام لوگوں نے جن میں چالیس ہزار جنگجو جوان شامل تھے اسے نبی مان لیا۔

اس کے جھُوٹے مذہب میں عیّاشی اور بدمعاشی کی عام اجازت تھی اور اُس نے نماز اور زکوٰۃ کو معاف کر دیا۔ بہت سے منافق اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور اُس کے پاس ایک لاکھ کے قریب فوج جمع ہو گئی۔

حضرت اُمّ عمارہ رضؓ کے بیٹے حبیب بن زید علاقہ عمان سے مدینہ آئے تھے کہ مسیلمہ کے ہاتھ پڑ گئے۔ مسیلمہ نے ان سے کہا "گواہی دو کہ مسیلمہ اللہ کا رسُول ہے"۔

انہوں نے انکار کر دیا اور کہا "محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسُول ہیں"۔ مسیلمہ نے حُکم دیا کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دو۔ جب ہاتھ کٹ چُکا تو پھر وہی سوال کیا اور حضرت حبیب رضؓ نے نہایت بیباکی سے وہی جواب دیا۔ پھر دُوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

الغرض مسیلمہ نے جس قدر سختی سے اپنی نبوّت منوانے پر اصرار کیا وہ اتنے ہی صداقت پر اڑے رہے۔ آخر ایک ایک کر کے اُن کے تمام اعضا کاٹ دیئے گئے مگر اس اللہ کے بندے نے راہِ حق سے قدم نہ ہٹایا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضؓ کو مسیلمہ کے ظُلم و ستم کی اِطّلاع ہوئی تو انہوں نے اِس فتنہ اِرتداد کا قلع قمع کرنے کیلئے حضرت خالد ابن ولید کے ماتحت چار ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت اُمّ عمارہ رضؓ نے بھی لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت حاصل کر لی اور دل میں مصمّم ارادہ کر لیا کہ وہ مسیلمہ کو موت کے گھاٹ اُتار دے گی۔

حق و باطل کی ہولناک ٹکر ہُوئی۔ مسیلمہ اور اس کی فوج نہایت بے جگری سے لڑی۔ اس میں بارہ سو مُسلمان مجاہد شہید ہوئے جن میں نامور صحابہ بھی تھے۔ آخر حق باطل پر غالب آیا۔ اور مسیلمہ کا ٹڈی دَل لشکر دس ہزار لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگ نِکلا۔

عین شدت کی لڑائی میں حضرت اُمّ عمارہؓ کو مسیلمہ کی تلاش تھی۔ اُمّ عمارہؓ کی عقابی نگاہوں نے آخر اُسے تاک لیا اور اپنی تلوار سے مسیلمہ کی فوجوں کو چیرتی ہوئی بھوکی شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی مسیلمہ کے سر پر پہنچ گئی۔ وہاں تک پہنچنے میں اُسے گیارہ زخم آئے اور بایاں ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا مگر نہایت جوانمردی سے آگے بڑھتی گئی اور مسیلمہ کے قریب پہنچ کر ایک ہاتھ سے اُس پر وار کیا چاہتی تھی کہ بیک وقت مسیلمہ پر دو تلواریں پڑیں اور اُس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ دیکھا تو عبداللہؓ اور وحشیؓ دو مسلمان پاس کھڑے تھے جن کی تلواروں نے اس جھوٹے نبی اور اس کی نبوّت کا خاتمہ کر دیا

۱۶ حضرت ابوبکرؓ کا عزمِ صادق بعد وصالِ نبی کریمؐ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد نجد اور یمن کے بعض قبیلے جو تھوڑا عرصہ پہلے اِسلام لائے تھے اور ابھی اُن کے دِلوں میں اِسلام اور ایمان راسخ نہیں ہُوا تھا اِسلام سے برگشتہ ہونے لگے۔ نبی کریمؐ کے بعد اُن کے دِلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب فرائضِ اِسلامی سے ہم کو آزادی مِل گئی ہے۔ وُہ زکوٰۃ کو ایک بہت بڑا بوجھ سمجھتے تھے۔ اسی اثنا میں کئی ایک جھوٹے نبی پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے زکوٰۃ سے معافی کا اعلان بھی کر دیا۔ اور یہ لوگ فوراً اُن کے اثر میں آ گئے۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کو اس کا علم ہُوا تو آپ نے انہیں

حکم بھیجا کہ اگر تم زکوٰۃ سے انکار کروگے تو تم سے جہاد کیا جائیگا۔ ان قبیلوں نے اپنے اپنے وفد خلیفہ اوّل کی خدمت میں بھیجے۔ انہوں نے کہا۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں نماز بھی پڑھوا لو۔ روزے بھی رکھوا لو۔ حج بھی کریں گے مگر زکوٰۃ معاف کردو۔

بہت سے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ انہوں نے رائے دی۔ کہ اس وقت فتنۂ ارتداد بڑھ رہا ہے۔ کہیں قبیلے بغاوت کر رہے ہیں اور کہیں جھوٹے نبی لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اِسلئے مصلحتِ وقت یہ ہے کہ اِن کے ساتھ نرمی کی جائے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ بھی یہی تھا۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اِن کا جواب سُنا تو غضب میں آکر کہنے لگے۔ اے عمرؓ! تم جہالت میں یعنی اِسلام لانے سے پہلے تو بڑے جابر تھے لیکن اب تمہیں کیا ہوگیا تم اِسلام لاکر ڈھیلے ہوگئے ہو قرآن پاک اُتر چُکا۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چُکا۔ دِین کامل ہو چُکا۔ کیا اب تُم اس میں کمی بیشی کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک جانور بھی کوئی قبیلہ روکے گا تو مَیں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔

قبائل کے وفد ناکام واپس چلے گئے اور خلیفۂ اوّل صحابہ کے ایک لشکر کو لیکر خود ان مُرتدوں سے مقابلہ کرنے کیلئے نکلے۔ لوگوں نے روکا اور کہا آپ مدینہ منوّرہ میں قیام فرمائیں اور خود مقابلہ کیلئے نہ نِکلیں۔ اِسلامی فوج اِس کام کیلئے کافی ہے اگر آپ کو کوئی صدمہ پہنچا تو نظامِ اُمّت منتشر ہو جائیگا لیکن آپ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور پہلے بنی عبس

سے مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ اسکے بعد دُوسرے قبیلوں کی سرکوبی کیلئے بڑھے اور گیارہ امیروں کو مختلف اطراف میں روانہ کیا۔ اور تمام مُرتدوں کے نام یہ اعلان کردیا کہ جو اللہ کی کتاب پر ایمان لے آئیگا اُسے قتل نہیں کیا جائیگا اور نہ اس سے جنگ کیا جائیگا لیکن جو باز نہ آئیں گے اُن پر تلوار اُٹھائی جائے گی اور اُن سے بجز اسلام کے کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ان سرداروں کو حُکم دیا کہ جس بستی کے لوگ اذان پکاریں اِن سے ہاتھ روک لیا جائے اور جو اپنے ارتداد پر قائم رہیں ان کو سزا دی جائے۔

۱۷ مسلمانوں کے اوصاف راہب کی زبان سے

اجنادین مُلک شام کا ایک بڑا شہر تھا اِس جگہ مُسلمانوں اور رُومیوں میں ایک بہت زبردست لڑائی ہُوئی۔ ہرقل شاہِ رُوم کا بھائی رومیوں کا سپہ سالار تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ مسلمان شہر پر شہر فتح کرتے چلے آ رہے ہیں اور کسی مُلک کی بڑی سی بڑی فوج بھی اُن کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتی۔

وہ سوچنے لگا کہ مُسلمانوں کی اِس طاقت اور کامیابی کی وجہ کیا ہے؟ مُسلمانوں کے پاس نہ رومیوں جیسی تجربہ کار اور تربیت یافتہ فوج تھی اور نہ اُن کے پاس رُومیوں جتنا سامانِ حرب تھا۔ آخر اُس نے یہ معلوم کرنے کیلئے ایک عیسائی عرب کو مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا تاکہ وہ وہاں رہ کر اصل حالات کو معلوم کرے کہ مسلمانوں کی کامرانی کا راز کِس طاقت پر ہے؟

سے بدلہ لینے کیلئے ایک لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اس لشکر کے سردار حضرت اسامہ بن زیدؓ مقرر ہوئے۔

جب یہ لشکر کوچ کرنے لگا تو آنحضرتؐ بیمار ہوگئے حتیٰ کہ آپؐ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد یہ خبریں آنے لگیں کہ بعض نو مُسلم قبیلے مُرتد ہو رہے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کو عرض کیا کہ اِسلام کے مخالفوں کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ اِسلئے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں باہر کوئی فوج نہ بھیجی جائے۔ بلکہ یہیں رکھی جائے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت سختی سے اِس مشورے کو ٹھکرا دیا اور کہا خود حضور نبی کریمؐ نے اِس لشکر کی روانگی کا حکم جاری فرمایا تھا اور اس کی تاکید بھی فرمائی تھی۔ اِسلئے ابوبکرؓ کسی حالت میں بھی حضورؐ کے حُکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور جس جھنڈے کو خود رسُولِ خداؐ نے اپنے ہاتھوں سے باندھا ہو ابوبکرؓ اُسے کھول نہیں سکتا۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ آپ اِس لشکر میں بہت جلیل القدر صحابہؓ کو باہر بھیج رہے ہیں لیکن قبائلِ عرب کی حالت خراب ہو رہی ہے ایسی صُورت میں اپنی طاقت کو بکھیر دینا مناسب نہیں۔ آپ نے اسے اُن کے جواب میں فرمایا۔

"قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں یہ بھی جان لوں کہ درندے مُجھ کو پھاڑ کھائیں گے تب بھی میں اِس لشکر کو نہیں روکوں گا۔ اور خواہ بستیوں میں میرے سوا ایک آدمی بھی نہ رہ جائے پھر بھی

میں اس کے روانہ کئے بغیر نہیں رہوں گا۔"

۱۹ حضرت ابوبکرؓ اور ڈسپلن کا ایک نمونہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کو سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضور نبی کریمؐ نے رُومیوں کے خلاف جس لشکر کو تیاری کا حکم دیا تھا۔ اُسے روانہ فرمایا۔ رسُولِ خداؐ نے اس لشکر کا سردار اُسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اُسامہ زید کے بیٹے تھے۔ وہ زیدؓ جو آنحضرتؐ کے غلام مشہور تھے۔ اُس وقت ان کی عُمر صرف سترہ سال کی تھی۔

بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا کہ اگر آپ نے لشکر بھیجنا ہی ہے تو اس کا سردار کسی سن رسیدہ اور شریف النسل آدمی کو بنائیں۔ ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت غصّے سے عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا "رسُول اللہؐ نے اُسامہؓ کو سردار مقرر کیا ہے کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ابوبکرؓ اُسے برطرف کر دے؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔"

جب آپ اس فوج کو رُخصت کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو اُسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور امیر المومنین خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اُن کے رکاب میں پیدل چل رہے تھے۔ ان کا گھوڑا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھامے ہوئے جا رہے تھے حضرت اُسامہؓ نے پاس ادب سے کہا "امیر المومنین یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے اُترنے کی اجازت دیں" فرمایا "نہ میں خود

سوار ہوں گا نہ تمہیں اُترنے کی اجازت دُوں گا۔ چُنانچہ آپ پیادہ پا دُور تک اِس نوجوان غلام زادے امیر لشکر کی رکاب میں چلے گئے تاکہ عرب کے بڑے بڑے سردار اور رئیس جو غلام زادوں کو حقیر سمجھتے تھے اور جو اِس لشکر میں بطور سپاہی شامل تھے اطاعت امیر کا سبق اور ڈسپلن امیر المومنین سے سیکھیں۔

اِس فوج میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ حالات کی نزاکت کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ انہیں مدینہ میں ٹھہرانا چاہتے تھے اور بحیثیت خلیفۂ وقت ایسا کرنے کے مجاز بھی تھے لیکن اب حضرت عمرؓ اُسامہؓ کے زیر کمان تھے۔ اِسلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اُسامہؓ سے درخواست کی کہ اگر مناسب سمجھو تو عمرؓ کو میری مدد کیلئے یہاں رہنے دو۔ حضرت اُسامہؓ نے اجازت دیدی اور اُن کی اجازت سے حضرت عمرؓ کو ٹھہرالیا گیا۔

اِس سے بڑھ کر ڈسپلن کی مثال دُنیا میں بہت کم ملے گی کہ ایک غلام زادہ کو بڑے بڑے ہاشمی سرداروں کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے اور وہ اس کی اطاعت میں اُف تک نہ کریں اور خود بادشاہِ وقت اس کے رکاب میں پیدل چلے۔

(۲۰) شمشیر زن خواتین حضرت خولہ بنت ازور کی شجاعت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں حضرت ابوعبیدہؓ اور خالدؓ بن ولیدؓ

کی فوجیں عراق فتح کرنیکے بعد دمشق میں آ کر مِل گئیں۔ اہل دمشق میدان سے بھاگ کر قلعبند ہو گئے۔ کئی دنوں تک شہر کا محاصرہ جاری رہا۔ آخر دونوں جرنیل دمشق کو چھوڑ کر اجنادین کی طرف بڑھے جہاں رُومیوں کی نوّے ہزار فوج مُسلمانوں کے مقابلہ کیلئے بڑھ رہی تھی۔

اِس اثنا میں قیصر روم نے دمشق کی مدد کیلئے کچھ فوج بھیجدی۔ جس کا مقابلہ دمشق سے جانے والے مُسلمانوں کے ساتھ ہوُا۔ جب دمشق والوں نے دیکھا کہ کمک پہنچ گئی ہے تو وُہ بھی ہتھیار بند ہو کر قلعہ سے نکلے اور پیچھے سے مُسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اب مسلمان دونوں فوجوں کے درمیان تھے۔ پہلے انہوں نے تازہ دم رُومی فوج سے لڑنا شرُوع کیا۔ اِس اثناء میں اہل دمشق نے مُسلمان عورتوں کو جو فوج کے پیچھے تھیں اپنی حراست میں لے لیا اور اُن کے گرد گھیرا ڈال کر انہیں قلعہ کی طرف لے جانا چاہا۔

اِن عورتوں میں خولہ بنت ازورؓ بھی تھی۔ انہوں نے دُوسری مُسلمان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بہنو! کیا تُم یہ گوارا کر سکتی ہو۔ کہ مُشرکین دمشق کے قبضہ میں چلی جاؤ۔ کیا تم عربوں کی شُجاعت کے دامن پر داغ لگانا چاہتی ہو۔ کیا تمہاری غیرت جاتی رہی؟ کیا تمہاری حمیّت مُردہ ہو چکی ہیں تو اِس ذلّت سے موت کو ترجیح دُوں گی۔

اِن چند لفظوں نے ان مُسلم خواتین کے خُون کو گرما دیا۔ انہوں نے خیموں کی چوبیں پکڑ لیں۔ کسی نے تلوار نکالی اور کسی نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور

سب بھوکی شیرنیوں کی طرح مخالفین پر حملہ آور ہوگئیں اور آن کی آن میں تیس ۳۰ کے قریب دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ دشمنوں نے بھی مقابلہ شروع کر دیا لیکن اِس اثنا میں مُسلمان رُومیوں سے فارغ ہو کر اِس طرف بڑھے اور دمشقی فوج انہیں دیکھ کر پھر قلعہ کی طرف بھاگ گئی۔

۲۱ قرآن کا معجزہ
حضرت عمرؓ کا اسلام قبول فرمانا

حضرت عمر فاروقؓ کے اِسلام لانے کے متعلق تواریخ میں مختلف واقعات درج ہیں لیکن سب سے مشہور اور معتبر وُہ ہے جو طبرانی اور بیہقی میں درج ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نبی کریمؐ کا جانی دشمن تھا۔ ایک دِن مَیں مکّہ کی ایک گلی میں جا رہا تھا کہ راستہ میں مجھے قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص مِلا جِس کا نام نعیم بن عبداللہ تھا۔ اُس نے کہا "کہاں کا ارادہ ہے؟ مَیں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اُس نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تمہارے گھر میں وُہ کام ہو جاتے ہیں کہ تمہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ مَیں نے کہا کیا ہُوا؟ اُس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے۔

مَیں وہیں سے بہن کے مکان کی طرف لَوٹا اور پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے جواب ملا کون ہے؟ مَیں نے کہا عمرؓ۔ اندر کے آدمی

مجھ سے ڈر گئے اور ایک کتاب جو وہ پڑھ رہے تھے گھبراہٹ میں وہیں رکھ دی۔

میری بہن نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے جان کی دشمن تو بے دین ہو گئی ہے، یہ کہکر جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا اُس کے سر پر دے مارا جس سے وُہ زخمی ہو گئی اور سر سے خُون بہنے لگا۔ بہن نے رو کر کہا جو کچھ میری سمجھ میں آیا میں نے کر لیا۔ میں اندر گیا اور چارپائی پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے وہاں ایک کتاب دیکھی۔ پُوچھا یہ کیا ہے؟ میرے پاس لاؤ۔ بہن نے کہا۔ تم ناپاک ہو تم اسے نہیں چھُو سکتے۔ میں نے غسل کیا۔ انہوں نے وہ کتاب دی۔ جب اُسے کھولا تو لکھا تھا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ میں ہیبت سے کانپ گیا۔ تیسری بار جب میں نے اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ تک پڑھا تو میں نے کہا۔ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ سُن کر گھر کے تمام آدمی دوڑے اور زور سے تکبیر کہی۔

پھر میں نے پُوچھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ابو ارقم کے مکان میں۔ میں وہاں گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ پُوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمرؓ۔ چونکہ لوگ میری اسلام کی دشمنی سے واقف تھے۔ انہوں نے دروازہ نہ کھولا حتیٰ کہ نبی کریمؐ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آیا ہے تو ہم اُسے سر آنکھوں پر جگہ دیں گے۔ ورنہ ہماری تلوار ہو گی اور اُس کا سر۔ پھر آپؐ نے میرا دامن

پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا "عمرؓ مسلمان ہو جاؤ۔ اے اللہ اسے ہدایت دے" میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور تمام مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی گلیاں نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھیں۔

(۲۲) دُنیا سے بے اعتنائی
حضرت عمرؓ کی زندگی امیر المومنین کی حالت میں

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام اور ایران فتح ہوئے اور مدینہ منورہ میں مال و دولت کی اس قدر کثرت تھی کہ کوئی محتاج ڈھونڈنے سے نہ ملتا تھا۔ بیت المال میں زر و جواہرات کے انبار لگے ہوئے تھے لیکن مسلمانوں کے بادشاہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ جو کی روٹی ان کی غذا اور زیتون کا تیل اُن کا سالن تھا۔ وہ بیت المال کے خزانے کو قوم کا حق سمجھتے تھے اور مستحقوں کے سوائے کسی اور پر اُسے حلال نہیں سمجھتے تھے۔ بیت المال سے آپ صرف گزارہ لیتے تھے اور یہ رقم اتنی قلیل تھی کہ نہایت تنگی سے بسر اوقات ہوتی۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیرؓ نے جب امیر المومنین کی اس تنگ دستی کو دیکھا تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ امیر المومنین کو کہا جائے کہ وہ اپنے روزینہ یا تنخواہ کو زیادہ کر لیں لیکن کسی کو ایسا کہنے کی جرأت نہ تھی۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ حضرت عمرؓ کی بیٹی اُم المومنین حضرت حفصہؓ

کے پاس گئے اور کہا "آپ ہمارا نام ظاہر نہ کریں لیکن امیر المومنین کو کہیں کہ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آپ بیت المال سے جو روزینہ یا گذارہ لیتے ہیں اِس کو زیادہ کرلیں تاکہ آپ کا گذر اوقات فارغ البالی سے ہو۔

حضرت حفصہؓ نے جب یہ پیغام خلیفہ ثانی کو سُنایا تو انہوں نے پُوچھا۔ کہ یہ کون لوگ تھے جو مجھے ایسی ترغیب دیتے ہیں؟ میں ضرور ان کی خبر لُوں گا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا میں اِن کا نام ظاہر نہیں کرسکتی۔

پھر آپ نے فرمایا اے جانِ پدر۔ کیا رسُول اللہؐ نے فاقے نہیں کئے؟ کیا حضورؐ نے پیوند لگے ہوئے کپڑے نہیں پہنے؟ جب انہوں نے اِس فنا ہو جانے والے دنیاوی مال و دولت کی طرف توجّہ نہیں کی تو مجھے اسی حالت میں رہنے دو۔

(۲۳) حضرت خالد بن ولیدؓ کا اطاعت امیر و خلوص کا ایمان افروز واقعہ

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایران اور شام کی فتوحات میں بہادری کے جو جوہر دکھائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جس طرف اُن کا قدم اٹھا فتح و نصرت اُن کے قدم چُومتی۔ رسُولِ مقبولؐ نے انہیں سَیفٌ مِّنْ سُیُوفِ اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ واقعی یہ خدا کی تلوار تھی۔ اور

ایسی بے پناہ تلوار کہ جس طرف اُٹھتی دشمن اس کی تاب نہ لا سکتے۔

یہ شام کی لڑائی میں اِسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ اِن کے نائب تھے۔ ۱۳ھ میں جب حضرت عمرؓ تختِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کی معزولی کا حُکم نافذ کر دیا ہے۔

یہ حُکم عین اس وقت پہنچا جب وہ جنگ کے اگلے محاذ میں لڑ رہے تھے۔ آپ نے اِس حُکم کو نہایت فراخ دلی سے سُنا اور فرمایا۔ مجھے امیرالمومنین کا حُکم بسر و چشم منظور ہے میں اپنی امارت کیلئے جنگ نہیں کر رہا۔ ابو عبیدہ میں اسلام کی خاطر لڑ رہا ہوں۔ امیرالمومنین نے آپ کو سالار اور امیر مقرر کر دیا ہے اور میں بخوشی ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے آپ کے ماتحت لڑتا رہوں گا۔

چنانچہ حضرت خالدؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت نہایت بہادری سے لڑتے رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ جاں فروشی اور مُستعدی کا اظہار کیا۔ اور ہر موقع پر حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو مفید جنگی مشورے دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اِسلامی فوج کو ایک بے نظیر فتح حاصل ہوئی۔

حضرت خالدؓ اپنی سپہ گری اور بہادری کی وجہ سے تو پہلے ہی شُہرت حاصل کر چکے تھے اب اُن کے خلوص نے اِن کی عزّت کو چار چاند لگا دیئے اُدھر حضرت عمرؓ نے خالد بن ولید کو معزُول کر کے دنیا کے دلوں سے یہ غلط خیال بھی نکال دیا کہ عراق۔ ایران اور شام میں مُسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں وُہ سب خالد کی سپہ گری۔ شجاعت کی مرہُون منت ہیں

بلکہ انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسلام کی برکت سے حاصل ہو رہی ہے۔

حضرت خالدؓ طرابلس کی جنگ میں بھی شامل تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت لڑ رہے تھے۔ اس لڑائی میں مسلمان دشمنوں کے نرغہ میں گھر گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ پریشان ہو کر خالدؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے سیف اللہ مسلمانوں کی مدد کرو۔ وہ دشمنوں کے ناپیدا کنار سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور ان کے سر جو خدا کے سوائے کسی کے آگے نہیں جھکتے گھوڑوں کے قدموں میں روندے جا رہے ہیں" خالدؓ یہ سن کر بیتاب ہو گئے اور کہنے لگے۔ اے امیر۔ میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ خدا کی قسم اگر امیر المومنین آپ کی جگہ کسی بچے کو بھی میرا سردار مقرر کر دیتے تو میں اُسکے حکم کو اسی طرح مانتا جس طرح امیر المومنین کے حکم کو۔ یہ کہکر تلوار ہاتھ میں لی اور اس تیزی کے ساتھ دشمنوں پر جھپٹے جس طرح ایک باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے اور آن کی آن میں انہیں میدان سے بھگا دیا۔

(۲۴) حضرت عمرؓ کی سادگی بوقت داخلہ بیت المقدس

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی اور تمام مشہور مقامات مثلاً حمص۔ حلب۔ انطاکیہ۔ قیصرہ اور اجنادین وغیرہ فتح کرتے ہوئے بیت المقدس تک پہنچ گئے۔ یہ عیسائیوں کا متبرک مقام تھا۔ اس کے

لئے عیسائیوں نے پُورا زور لگایا لیکن دُوسری شکستوں نے اِن کی کمر توڑ دی تھی اور اُنہوں نے شہر میں داخل ہو کر اُسکے دروازے بند کر دئے۔ مُسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اسے سختی سے جاری رکھا۔ آخر تنگ آکر انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مُسلمانوں نے جو شرائط پیش کیں وہ بالکل سادہ تھیں۔

عیسائی شہر کو مُسلمانوں کے سپرد کرنے پر تیار ہو گئے مگر شرط یہ تھی کہ عہدنامہ خود خلیفہ آکر لکھے۔ حضرت اُبُو عبیدہ بن جراحؓ نے جو اِس مہم کے سالار تھے بارگاہ خلافت میں پیغام بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے تمام اصحاب کو مسجدِ نبوی میں اکٹھا کیا اور اُن سے مشورہ طلب کیا۔ آخر حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق حضرت عمرؓ نے بیت المقدس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

آپ مدینہ منوّرہ سے اِس حالت میں روانہ ہُوئے کہ آپ کے ہمراہ ایک اُونٹ ایک خادم اور ایک تھیلا تھا جِس میں بھُنے ہوئے جَو اور کچھ کھجوریں تھیں۔ ایک مشکیزہ اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ آپ اور آپ کا غلام باری باری اُونٹ پر سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو غلام اُونٹ کی مہار پکڑ لیتا اور جب غلام اُونٹ پر سوار ہوتا تو آپ اس کی مہار پکڑ کر اُونٹ کے آگے آگے چلتے۔

جب بیت المقدّس پہنچے تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سرداران فوج آپ کے استقبال کیلئے نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مُسلمانوں کا بادشاہ جسکے نام سے قیصر و کسریٰ کانپ رہے تھے ایک پھٹی ہُوئی عبا پہنے پیادہ پا آرہا ہے انہیں خیال پَیدا ہُوا کہ عیسائی لوگ جن کے معمولی سردار بڑی آن بان اور شان و شوکت سے رہتے ہیں ہمارے بادشاہ کو دیکھکر کیا کہیں گے۔ انہوں نے ایک اعلیٰ تُرکی

گھوڑا اور ایک بہت قیمتی لباس آپؓ کیلئے پیش کیا۔

آپ نے گھوڑا اور لباس واپس کرتے ہوئے فرمایا "خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے۔"

عیسائیوں نے حضرت عمرؓ کو اسلئے بیت المقدس آنے کو کہا تھا کہ وہ اپنی کتابوں میں یہ پیش گوئی پڑھ چکے تھے کہ بیت المقدس کو وہ قوم فتح کرے گی جن کا بادشاہ پیوند لگی ہوئی عبا پہنے گا اور پیادہ پا شہر میں داخل ہوگا۔ جب انہوں نے امیرالمومنین کے حلیہ اور وضع قطع کا اپنی پیش گوئی کی کتابوں سے مقابلہ کیا تو فوراً شہر اُن کے حوالے کر دیا۔

۳۵ حضرت سعدؓ کا دجلہ کو بحالت طغیانی عبور کرنا

(دجلہ کو بحالت طغیانی عبور کرنے والے شاہسوار)

جن دنوں مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی اُن دنوں مدائن فارس کا دارالسلطنت تھا۔ اِس شہر میں وُہ قصرِ ابیض واقع تھا جس کے فتح ہونے کی بشارت حضور نبی کریمؐ فرما چکے تھے۔ یہ دریائے دجلہ کے مشرق میں واقع تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قادسیہ کی فتح کے بعد مدائن کی طرف بڑھے اور دجلہ کے مغرب میں جس قدر فارس کا علاقہ تھا اُسے فتح کرتے ہوئے بہرہ سیر تک پہنچ گئے جو دجلہ کے مغرب میں واقع تھا۔ مسلمانوں نے اِس شہر کا محاصرہ کر لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ آخر بہرہ سیر کا گورنر رعایا اور فوج

کے ہمراہ مدائن چلا گیا اور وہاں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔

ان دنوں دریائے دجلہ طغیانی پر تھا اور بارش کی کثرت کی وجہ سے اس کا عرض میلوں تک پھیلا ہوا تھا اور اسکے زور شور کی کوئی انتہا نہ تھی۔ فارس والوں نے دجلہ کے ساحل سے تمام کشتیاں اُٹھا لیں اور دریا کو عبور کرنے کی اب کوئی صورت نہ رہی۔

مسلمان دجلہ کے مغربی کنارے پر ڈیرے ڈالے تھے اور دوسری جانب ایران کی بے پناہ فوج ان کے مقابلہ کیلئے جمع ہو رہی تھی۔ اور ہر روز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب مسلمان حیران تھے کہ دریا کو کس طرح عبور کیا جائے۔

آخر ایک رات حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ نے صبح نماز سے فارغ ہو کر تمام اسلامی لشکر کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"دشمن دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے۔ اسکے پاس کشتیاں ہیں اور وہ جب چاہے تم پر حملہ آور ہو سکتا ہے لیکن تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میری رائے یہ ہے کہ قبل اسکے کہ دنیا تم پر غالب آجائے اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں اور تمہارے خلوص اور ایمان میں کمی آجائے اللہ کے واسطے کچھ کام کر لو۔ میں تو اب مصمم ارادہ کر چکا ہوں کہ معبود حقیقی اور قادر مطلق پر بھروسہ کرتا ہوا اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دوں"

اِس لشکر میں سب سوار ہی تھے اور پیادہ ایک بھی نہ تھا۔ جب انہوں نے سپہ سالار کے عزم راسخ اور توکّل کو دیکھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم اپنے امیر کے حکم کی دل وجان سے اطاعت کریں گے اور جس آگ اور پانی میں کُودنے کا ہمیں حکم ہوگا ہم بلا تامّل اُسکے حکم پر لبّیک کہتے ہُوئے اس میں کُود پڑیں گے۔

جب حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کے اِس جذبۂ اطاعت اور خلوص کو دیکھا تو فرمایا" اِس سمندر نما دریا کو عبور کرنے کیلئے تیّار ہو جاؤ اور خُدا پر توکّل کرتے ہُوئے اپنے گھوڑے اس میں ڈال دو۔ خُدا ہمارے ساتھ ہے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا اور آپ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔ تمام لشکر کو اِس طرح ترتیب دی گئی کہ دو دو مُسلمان سوار باہم ملے ہُوئے دریا میں گذر رہے تھے اور حضرت سعدؓ کی زبان پر یہ ورد جاری تھا۔ نَسْتَعِیْنُ بِاللّٰہِ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ لَیَنْصُرَنَّ وَلِیَّہٗ وَلَیُظْھِرَنَّ دِیْنَہٗ وَلَیَھْزِمَنَّ عَدُوَّہٗ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اُس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اور وُہ اچھا کارساز ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضرور اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اور دشمن کو شکست دیگا۔ بزرگ و برتر خُدا کے بغیر کسی میں قوّت نہیں)

اللہ پر بھروسہ کرنے والے مجاہدین کا ساٹھ ہزار ۶۰۰۰۰ کا لشکر اِس دریا میں

ایسے گذر رہا تھا جیسے وُہ کسی باغ کی روشوں پر چہل قدمی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر پر اُنکے ایمان کا یہ نتیجہ ہُوا کہ تمام لشکر صحیح و سالم دجلہ کے پار پہنچ گیا اور کسی جان و مال کا نقصان نہ ہُوا۔

کہتے ہیں کہ ایک سپاہی کا پیالہ دریا میں گر گیا اور دریا کی موجیں اُسے بہا کر لے گئیں۔ اُسکے ہمراہی نے مذاق کے طور پر اُسے کہا تقدیر نے تیرے پیالے کو اُڑا لیا۔ جس کے جواب میں اُس پختہ ایمان مسلمان نے کہا "یہ تعجب کی بات ہے کہ سارے لشکر میں سے صرف میرا ہی پیالہ ضائع ہو۔ خدا کی قسم مَیں ایسی حالت میں ہُوں اور مجھے خدا پر اتنا یقین ہے کہ میرا پیالہ کبھی ضائع نہیں ہوگا۔" اِس شخص کا صدق و خلوص قابل غور ہے۔ دریا کی موج نے پیالہ کو کنارے پر پھینک دیا اور جب یہ لشکر دریا سے پار اُترا تو اس مردِ مومن کا پیالہ کنارہ پر موجود تھا۔ علامّہ اقبال نے درست فرمایا ہے۔ ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۲۶ حضرت خالد بن ولیدؓ کی کرامت یعنی زہر کھانے کا واقعہ

حضرت خالدؓ ابن ولید نے جناب رسُول اکرمؐ کے زمانہ سے لیکر خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ تک بڑے بڑے جنگوں میں حصّہ لیا اور عراق۔ ایران۔ شام اور رُوم کو زیر و زبر کرنے والا ہی بہادر جرنیل تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں جب یمامہ کو فتح اور مسیلمہ کذّاب کے

قتل سے فراغت ہوئی تو انہیں خلیفہ اوّل کی طرف سے عراق کو روانگی کا حکم ملا۔ آپ عراق میں داخل ہوئے اور بہت سے مقامات کو فتح کرتے ہوئے مقام حیرہ پہنچ گئے۔ اہل حیرہ خالدؓ ابن ولید کے کارناموں کو سُن چکے تھے۔ پہلے تو انہوں نے صلح سے انکار کر دیا مگر غور و خوض کے بعد وہ صلح پر آمادہ ہو گئے اور ایک سردار ابن بقیلہ کو صلح کی شرطیں طے کرنے کیلئے خالدؓ کے پاس بھیجا۔

جب ابن بقیلہ حضرت خالدؓ سے باتیں کر رہا تھا حضرت خالدؓ نے ابن بقیلہ کے خادم کے ہاتھ میں ایک تھیلی دیکھی۔ پوچھا اس میں کیا ہے؟ ابن بقیلہ نے جواب دیا اس میں زہر ہے۔ پوچھا یہ کس لئے؟ جواب دیا میں اپنے ہمراہ اِسلئے زہر لایا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ صلح نہ ہو سکے اور مجھے حالات اچھے نظر نہ آئیں تو میں یہ زہر کھا کر اپنے تئیں ہلاک کر لوں کیونکہ ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت اچھی ہے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ موت تو کسی کے اختیار میں نہیں معیّن وقت سے پہلے کوئی نہیں مر سکتا۔ اِس لئے زہر کھانا یا نہ کھانا برابر ہے۔ بوڑھا ابن بقیلہ بولا یہ کیسے؟ آخر یہ زہر ہے۔ اِسکے کھانے سے آدمی ہلاک ہو کر رہتا ہے۔ اِس میں معیّن وقت کا سوال ہی کیا ہے؟

یہ سُنکر حضرت خالدؓ نے زہر کی ڈلی اسکے ہاتھ سے لی اور بِسْمِ اللهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ۔ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ پڑھ کر زہر کو نگل گئے۔ حیرہ کا سردار یہ دیکھکر حیران رہ گیا اور اس بہادر جرنیل کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا اور جب دیکھا کہ اس پر زہر کا مطلق اثر نہیں ہوا تو بولا "تم لوگوں کو اپنے

خدا پر پورا پورا بھروسہ ہے اور جب تک تمہاری یہ حالت ہے تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی"۔ اب اس نے حضرت خالدؓ بن ولید کی تمام شرطیں قبول کرلیں اور شہر انکے حوالے کر دیا۔

(۲۷) غیرت مند مجاہد عورتیں

تاریخ طبری میں یہ واقعہ درج ہے کہ جب دریائے دجلہ کے قریب مسلمانوں اور مشرکین میں مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کی تعداد مشرکین کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی۔ مسلمان مجاہدین کے ہمراہ عورتیں بھی تھیں۔ یہ مسلمان عورتیں مجاہدین کے کھانے کا انتظام کرتی تھیں اور ان کے ہتھیار درست کرتیں۔

مغیرہؓ جو اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے بہت ہوشیار اور فہمیدہ جرنیل تھے۔ انہوں نے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور انکے کیمپ سے بہت آگے بڑھکر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں کم تھے لیکن بڑے حوصلہ اور شجاعت سے لڑے آخر کثرت کے مقابلہ میں انہیں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا۔

جب مسلمان خاتونوں نے دیکھا کہ انکے بھائی اور عزیز بے دم ہو رہے ہیں تو ان کی رگ حمیت میں جوش پیدا ہوا اور ازدہؓ بنت حارث نے جو عتبہ کی بیوی تھی مسلمان عورتوں کو اکٹھا کیا اور ان میں ایک دل ہلا دینے والی تقریر کی۔ اس نے کہا "اب تک مسلمانوں نے کسی جنگ میں شکست نہیں کھائی اور نہ اب تک دشمن کو پیٹھ دکھائی ہے لیکن آج ہم دیکھتی ہیں کہ دشمن ہمارے

مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اور مسلمان مجاہدین کے پاؤں اُکھڑتے نظر آتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ انہیں شکست ہوگئی تو مُشرکین ہم پر حملہ آور ہونگے اور ہماری آبرو پر ہاتھ ڈالیں گے۔ کیا تم ان ناپاک مُشرکوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر ذلیل و بے عزّت ہونا گوارہ کروگی۔ خدا کی قسم اس وقت سے پہلے ہمارا مرجانا بہتر ہے۔ اِسلئے آؤ۔ ہم بھی مجاہدین کی مدد کریں اور دُشمن کے ہاتھوں میں پڑ کر اپنی عزّت و ناموس گنوانے کی بجائے میدان جنگ میں لڑ کر شہید ہو جائیں۔

یہ کہکر اس نے اپنے سر سے دوپٹہ اتارا اور اُسے خیمے کی چوب کے ساتھ باندھکر اس کا پرچم بنالیا۔ دُوسری عورتوں نے بھی اس کی پیروی کی اور خیموں کی چوبیں، لاٹھیاں اور تلواریں ہاتھ میں لیکر میدان جنگ کی طرف بڑھیں۔

جب یہ مجاہدین کے قریب پہنچیں تو اُن کے نعرہ ہائے تکبیر سے میدان گونج اُٹھا۔ دُشمنوں نے سمجھا کہ مُسلمانوں کی امداد کیلئے ایک تازہ دم فوج آپہنچی ہے۔ اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ وُہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور اِن مجاہد خواتین کی جُرأت کی بدولت مُسلمانوں کی شکست فتح سے بدل گئی۔

۲۸ کفر پر ماں باپ کی اطاعت نہ کرنے کی ایک مثال

حضرت سعد بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں اپنی ماں کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ مَیں اس کا ہر ایک حُکم مانتا اور اس کی اطاعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔

جب مَیں اسلام لایا تو میری ماں نے کہا۔ اس مذہب کو چھوڑ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دُوں گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مَیں مرجاؤں گی اور تمہارے دامنِ اخلاق پر یہ بدنما دھبہ ہمیشہ کیلئے رہے گا۔ لیکن میں نے اپنی ماں کا کہنا نہ مانا اور اُس نے کئی دن تک کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اِس طرح اُس کی حالت روز بروز نازک ہوتی گئی۔ مَیں نے اُسے صاف صاف کہہ دیا "اماں! تمہارے جسم میں سَو جانیں ہوں اور ایک ایک جان باری باری نکلتی رہے۔ تب بھی مَیں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ تم کھانا کھاؤ یا نہ کھاؤ لیکن میں اللہ کے دین سے نہیں پھر سکتا۔"

(۲۹) دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط

مصر کی زرخیزی اور پیداوار کا باعث دریائے نیل ہے۔ جب اس میں طغیانی آتی ہے تو اس کے گردو نواح کا تمام علاقہ سیراب ہوجاتا ہے۔ اور جس سال نیل میں پانی کم ہو اور طغیانی نہ آئے مصر میں قحط پڑجاتا ہے۔
مُسلمانوں کے مصر فتح کرنے سے پہلے وہاں قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ لوگ ہر سال ایک مقرّرہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو دُلہن کی طرح زیورات اور عُمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے۔ اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر دریا کو بھینٹ نہ دی جائے تو وُہ پانی نہیں دیگا۔
جب مُسلمانوں نے مصر فتح کرلیا تو وہاں کے باشندے جو قبطی کہلاتے تھے

حاکم مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے اور حسب دستور ایک لڑکی کو بھینٹ چڑھانے کی اجازت مانگی۔ والیٔ مصر نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا اسلام ایسی باتوں کو فضول اور خرافات قرار دیتا ہے۔ میں ایک انسانی جان کے قتل کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ اس سال بارشیں کم ہوئیں اور دریا میں طُغیانی نہ آئی اور مُلک میں قحط کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اِس واقعہ کی مفصّل اطّلاع دربارِ خلافت میں بھیجدی۔ خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا تُم نے دریائے نیل کو بھینٹ دینے کی جو ممانعت کی بہت اچھّا کیا۔ میں ایک خط بھیجتا ہُوں اِس کو دریا میں ڈال دو۔

یہ خط حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام لکھّا تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عمرؓ کی طرف سے نیلِ مصر کے نام "امّا بعد اے نیل! اگر تُو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو مت بہنا۔ لیکن اگر تُو اللہ تبارک تعالیٰ کے حُکم سے بہتا ہے تو ہم اُس احکم الحاکمین سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ تجھے جاری کر دے۔"

جونہی یہ خط دریا میں ڈالا گیا اس میں اتنی طُغیانی آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔

۳۰ صحابہ کرام کی آواز کی تاثیر

سنہ ۵۰ھ تک مسلمانوں نے جزیرۃ العرب کے علاوہ تمام عراق۔ شام۔ ایران اور روم کو فتح کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ افریقہ کو فتح کرتے ہوئے قیروان تک پہنچ گئے۔ قیروان شمال مغربی افریقہ کے اُن شہروں میں سے تھا جو اسلامی شان و شوکت کی ایک زندہ یادگار تھی اور جو عرصہ تک شمال مغربی افریقہ کا دارالسلطنت رہا۔ اِس شہر کی بُنیاد اور آبادی کا واقعہ دُنیا کی تاریخ میں قابل یادگار واقعہ ہے جو اسلام کی صداقت اور صحابہ کی عظمت اور بزرگی کی زندہ مثال ہے۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں عقبہ بن نافعؓ نے افریقہ کو فتح کیا اور اِس مُلک کے اصلی باشندوں میں سے جو بربری کہلاتے ہیں کچھ مسلمان بھی ہو گئے لیکن مسلمانوں کیلئے وہاں کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی۔ حضرت عقبہؓ نے وہاں مستقل چھاؤنی بنانے کیلئے ایک ایسی جگہ کو منتخب کیا جو گُنجان جنگل تھا اور ہر قسم کے وحشی حیوانوں اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا۔

جب مسلمانوں کو حضرت عقبہؓ کے ارادہ سے اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا یہ نہایت ہی خطرناک مقام ہے اور یہاں مسلمانوں کا آباد ہونا بہت مصیبتوں کا پیش خیمہ ہو گا۔

اِس لشکر میں اٹھارہ صحابی تھے۔ حضرت عقبہؓ امیر لشکر نے اِن سب کو جمع کیا اور اُس جنگل میں لے گئے اور وہاں درندوں اور حشرات الارض کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔
"اے درندو اور موذی جانورو۔ ہم رسول اللہ ؐ کے اصحاب اِس جگہ آباد ہونا اور قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اور اس جگہ قیام کرنا چھوڑ دو۔ اس کے بعد ہم جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے"۔
اِس آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ تمام درندوں سانپوں اور موذی جانوروں میں ہل چل پڑ گئی اور سب اپنی اپنی بلوں اور کمین گاہوں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ شیر اور بھیڑئیے اپنے اپنے بچّوں کو اُٹھائے اور سانپ اپنے سپولیوں کو کمروں سے چمٹائے اُس جنگل سے باہر جا رہے تھے اور آن کی آن میں وہ تمام علاقہ ان درندوں اور موذی جانوروں سے پاک ہو گیا اور وہاں عالیشان مسجدیں اور قصر تعمیر ہو کر ایک بہت بڑا شہر آباد ہو گیا۔
جب بربری لوگوں نے صحابہ کی یہ کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ہزارہا بربری جو پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے صدق دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے۔

(۲۶) حضرت علیؓ کی مُنصِف مزاجی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں کسی مُلک کے فتح ہونے پر ایک موتیوں کا ہار بیت المال میں آیا۔ امیر المومنین کی بیٹی نے بھی سُنا کہ یہ ہار نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت ہے۔ عید کے دِن اِس صاحبزادی نے خزانت

کے میر علی بن ابی رافع سے یہ ہار ایک دن کیلئے عاریتاً مانگ بھیجا۔ انہوں نے اس شرط پر یہ ہار بھیج دیا کہ عید کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔

حضرت امیر المومنین جب گھر تشریف لائے تو آپ کی نظر اس ہار پر پڑی اور پہچانتے ہی پوچھا یہ ہار کہاں سے لیا؟ صاحبزادی نے جواب دیا "بیت المال کے خزانچی سے ایک دن کیلئے عاریتاً لیا ہے۔" آپ نے فوراً خزانچی کو بلایا اور اُسے کہا تم نے مسلمانوں کے مال میں کیوں خیانت کی؟ اس نے جواب دیا "حضور یہ خیانت نہیں۔ وُہ حضور کی صاحبزادی ہیں اور صرف ایک دن کے عاریتاً یہ ہار دیا گیا ہے کل بیتُ المال میں واپس آجائے گا"۔

حضرت علیؓ نے حکم دیا۔ فوراً یہ ہار لے جاؤ اور اسے بیت المال میں داخل کر دو اگر آئندہ ایسا ہُوا تو سزا ملے گی۔ اور بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا "مجھے تم پر سخت افسوس ہے۔ اگر تو نے یہ ہار عاریتاً نہ لیا ہوتا تو تُو پہلی ہاشمی عورت ہوتی جس کا ہاتھ چوری کے جُرم میں کاٹا جاتا۔ پھر فرمایا۔ اے علی کی بیٹی یاد رکھ۔ یہ ہار مُسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت ہے۔ یہ تیرے باپ کی ملکیت نہیں۔ اگر تو عید کے دن اس ہار سے آراستہ ہونا چاہتی ہے تو دُوسرے مہاجرین اور انصار کی بیٹیوں کو بھی حق حاصل ہے کہ ایسے ہی ہاروں سے آراستہ ہوں"۔

(۳۲) ایک لڑکے کی دیانتداری اور اس کا انعام

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں اکثر رات کو گشت کیا کرتے تھے

تاکہ غریبوں اور مسکینوں کے حالات معلوم کر کے اُن کی تکلیفوں کا ازالہ کر سکیں
ایک رات وُہ حسب معمول اپنے غلام اسلم کے ہمراہ مدینہ کی گلیوں میں گشت
کر رہے تھے کہ انہیں ایک مکان سے آواز آئی "بیٹی اُٹھو اور اِس دُودھ
میں کچھ پانی ملا دو" حضرت عمرؓ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس کا جواب
سُنا۔ بیٹی نے ماں کو کہا "اماں۔ کیا آپ نے امیر المومنین کا حکم نہیں سُنا؟
انہوں نے منادی کرائی تھی کہ کوئی شخص دُودھ میں پانی ملا کر فروخت نہ کرے
ماں بولی "بیٹی کیا امیر المومنین ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ اُٹھو اور تھوڑا سا
پانی ملا دو" بیٹی نے جواب دیا "اماں۔ یہ دیانت کے خلاف ہے خُدا تو ہمیں
دیکھ رہا ہے۔ دُوسرے یہ بھی مناسب نہیں۔ کہ ہم امیر المومنین کے رُوبرو تو
اُن کی اطاعت کریں اور غائبانہ خیانت۔ مَیں تو یہ دُوہرا گناہ نہیں کروں گی
ایک خُدا کی نافرمانی دُوسرے امیر المومنین کی حُکم عدولی"۔

حضرت عمرؓ نے یہ تمام باتیں سُنیں اور اسلم کو کہا "اِس مکان کو پہچان لو۔
جب صُبح ہوئی تو آپ نے اسلم کو اس مکان پر یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا کہ
یہ بُڑھیا اور اس کی لڑکی کون ہیں؟ اسلم نے آکر اطلاع دی کہ لڑکی بیوہ
ہے اور بُڑھیا اس کی ماں۔

امیر المومنین اِس لڑکی کی حق گوئی اور دیانتداری پر بہت خوش تھے اپنے
لڑکے عاصم کیلئے پیغام بھیجا۔ ماں بیٹی نے بخوشی منظور کر لیا اور یہ دیانتدار
نواسی امیر المومنین کی بہو بن گئی ہے۔ اس نیک بخت خاتون سے ایک لڑکی
پیدا ہوئی جو حضرت عمر بن عبد العزیز مشہور زاہد اور عابد خلیفہ کی ماں بنی

ہشام بن عبد الملک خاندان امیہؔ کا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جو بعد میں خود بھی خلیفہ ہوئے قاضی یا جج تھے اُن کی عدالت میں ایک عیسائیؔ نے اپنی کسی جائداد کیلئے بادشاہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ قاضی یعنی عمر بن عبد العزیزؒ نے بادشاہ کو طلب کیا۔ اور جب وُہ حاضر ہُوا تو اُسے مدّعی کے برابر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔

بادشاہ یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ ایک معمولی عیسائیؔ کے برابر عدالت میں کھڑا ہو۔ اُس نے ایک درخواست پیش کی کہ مَیں اپنی طرف سے ایک وکیل مقرر کرنا چاہتا ہُوں جو میری طرف سے جواب دیگا۔ قاضی نے جواب دیا۔ اس کی اجازت نہیں مِل سکتی۔ جب مدّعی نے کوئی وکیل نہیں کیا تو آپ کو بھی ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔ آپ خود حاضر ہیں۔ آپ مدّعی کے دعویٰ کا جواب دیں۔ آخر بادشاہ کو بادلِ ناخواستہ اس عیسائیؔ کے برابر کھڑا ہونا ہی پڑا۔

دَوران مقدمہ میں اُس عیسائی نے بادشاہ پر بہُت سے الزام لگائے اور اپنی جائداد کے نقصان کا اُسے ذاتی طور پر ذمہ وار ٹھہرایا۔ بادشاہ کو یہ سُن کر غصّہ آیا اور اس کا جواب سختی سے دینا چاہا۔ لیکن قاضی نے بادشاہِ وقت کو سخت کلامی سے یہ کہکر روک دیا کہ مدّعی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کا ہر طرح سے حق

ہے۔ اور جب مدعی کا دعویٰ ٹھیک ثابت ہوا تو اُس عیسائی کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے بادشاہ کو حکم دیا کہ اس کی جائداد فوراً واگذار کر دی جائے۔

(۲۷) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا غیر مسلم رعایا سے سلوک کی مثالیں

حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ ایک عادل اور منصف مزاج بادشاہ تھے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا کام جو انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ شاہی خاندان کے پاس جتنی جاگیریں تھیں وہ تمام اُن لوگوں کو واپس کر دیں جن سے یہ بزورِ طاقت حاصل کی گئی تھیں۔ اور یہ کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا اور اپنے گھر کا ایک ایک نگینہ تک بیت المال میں داخل کر دیا۔ شاہی خاندان کے تمام وظیفے بند کر دیئے اور جب شاہی اصطبل کے داروغہ نے گھوڑوں کا خرچ طلب کیا تو اُسے حکم دیا کہ تمام سواریوں کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دو۔ انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کا مال واپس کیا اور اُنکے جان و مال کی حفاظت کی بلکہ شاہی خاندان سے ذمیوں کی تمام زمینیں واپس دلائیں۔

ایک غیر مسلم کی کچھ زمین شہزادہ عباس بن ولید کے پاس تھی۔ اس شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس دعویٰ کیا۔ آپ نے عباس سے پوچھا "تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟" اس نے کہا "یہ زمین میرے باپ نے جاگیر میں دی تھی۔ اور میرے پاس اسکی سند موجود ہے"۔ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ

نے فرمایا خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے۔ اور ذمی کو اس کی زمین واپس دلادی
دمشق کا ایک گرجا مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے
آپ کے پاس دعویٰ کیا۔ آپ نے وہ گرجا عیسائیوں کو واپس دلادیا۔
کوئی مسلمان کسی ذمی پر دست درازی نہیں کرسکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان
ربیعہ شعودی نے ایک سرکاری کام کیلئے ایک ذمی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ لیا۔ اور
اس پر سواری کی۔ جب حضرت عمر ابن عبد العزیز کو اس کا علم ہوا تو ربیعہ کو چالیس
کوڑے لگوائے۔ باوجود اتنے منصف مزاج اور عادل ہونے کے آپ ہمیشہ خدا کے
ڈر سے روتے رہتے۔

۳۵ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا زہد و اتقا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے اپنی تمام جاگیریں اصلی
حق داروں کو واپس کردی تھیں اور گھر کا تمام مال و دولت بیت المال میں جمع
کردیا تھا آپ نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے اور شاہی خزانہ سے ایک پائی
بھی اپنے اور اپنے خاندان پر صرف نہ کرتے۔
آپ کی پرہیز گاری کا یہ حال تھا کہ بیت المال کی طرف سے فقیروں اور
مسکینوں کیلئے جو مہمان خانہ تھا اسکے باورچی خانہ سے پانی تک گرم نہ کراتے
تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی لاعلمی میں ایک ملازم باورچی خانہ سے پانی گرم کرتا رہا۔
جب آپ کو اس کا علم ہوا تو نوکر کو سخت سست کہا اور اتنی لکڑی باورچی خانہ

میں داخل کردی۔

ایک مرتبہ بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ آپ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے۔ آپ کے ایک چھوٹے بچّے نے جو قریب ہی کھیل رہا تھا ایک سیب اُٹھالیا اور کھانے لگا۔ آپ نے وہ سیب فوراً اسکے مُنہ سے چھین لیا۔ بچہ رونے لگا اور گھر آکر ماں سے شکایت کی۔ ماں نے بازار سے سیب منگا دیا جب آپ گھر تشریف لائے تو سیب کی خوشبو معلوم کر کے بیوی سے پُوچھا "یہاں سیب کہاں سے آیا؟" بیوی نے تمام ماجرا بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم مَیں نے یہ سیب اسکے مُنہ سے نہیں چھینا تھا بلکہ اپنے دِل سے چھینا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ تھا کہ مَیں مسلمانوں کے حصّہ کے سیب کے بدلے میں اپنی آخرت کو برباد کروں

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ کی بیوی نے حاکم لبنان کو لکھا اس نے بہت سا شہد بھیجدیا۔ جب فاطمہ آپ کی بیوی نے وُہ شہد آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے پُوچھا کہ کہاں سے منگایا؟ آپ نے جواب دیا حاکم لبنان نے بھیجا ہے۔ آپ نے شہد کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ اور حاکم لبنان کو لکھا "تم نے فاطمہ کے کہنے پر شہد بھیجا ہے۔ خُدا کی قسم اگر تُم نے آئندہ ایسا کیا تو تُم اپنے عُہدہ پر نہیں رہ سکتے۔

آپ نے حاکم و محکوم اور آقا اور خادم کی تفریق بالکل مٹادی۔ اور خود مساوات کا عملی نمونہ بن گئے۔ ایک مرتبہ ایک لونڈی آپ کو پنکھا جھل رہی تھی اسکی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے پنکھا اُٹھایا اور اُسے جھلنا شروع کر دیا۔ جب اسکی آنکھ کُھلی تو دیکھکر گھبرائی۔ آپ نے فرمایا۔ آخر تم بھی تو میری طرح

انسان ہو۔ تمہیں بھی گرمی لگتی ہو گی۔ جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی اِس طرح میں نے بھی تمہیں جھل دیا۔

(۴۶) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی پرہیزگاری

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیت المال سے اپنے روزانہ خرچ کیلئے صرف دو درم لیتے تھے۔ جس سے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے بیت المال پر اپنا ذاتی خرچ بالکل نہ ڈالتے۔

ایک دفعہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں کچھ سرکاری کاغذات دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں آپ کا خادم آیا اور آپ کے ذاتی کاموں کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ حضرت عمرؒ نے خادم کو کہا "پہلے چراغ کو گُل کردو پھر مجھ سے بات چیت کرو کیونکہ اس چراغ میں جو تیل جل رہا ہے وہ بیت المال کا ہے۔ اور اس کی روشنی صرف خلافت کے کاموں کیلئے استعمال کرسکتا ہوں۔ میرے ذاتی کاموں کے متعلق اِس چراغ کا جلنا جائز نہیں۔

خادم نے تعمیل کی اور چراغ گل کردیا۔ جب خادم باتیں کرکے چلا گیا تو آپ نے پھر چراغ جلایا اور امور سلطنت میں مشغول ہوگئے۔ اس سے بڑھ کر دیانتداری اور پرہیزگاری کی کیا مثال ہوسکتی ہے ایک عظیم الشان حکومت کا بادشاہ اپنے نجی کاموں کیلئے بیت المال سے ایک پائی کا تیل بھی خرچ کرنا پسند نہیں کرتا۔

(۳۷) خلیفہ مامون رشید کی مہمان نوازی

قاضی یحییٰ بن اکثم کو خلیفہ مامون رشید کے دربار میں بہت بڑا رسوخ حاصل تھا۔ اور وہ اکثر کئی دن اور راتیں شاہی محل میں بسر کرتے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک رات مجھے مامون رشید کے پاس سونے کا اتفاق ہوا۔ آدھی رات کے قریب مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ مَیں پانی کیلئے اُٹھا۔ خلیفہ مامون رشید نے مجھے دیکھ لیا اور پوچھا "قاضی صاحب کیا بات ہے؟" مَیں نے کہا امیر المومنین پیاس لگی ہے انہوں نے مجھے اپنی چارپائی پر بٹھا دیا اور خود آبدار خانہ میں جا کر پانی لے آئے۔ مَیں نے عرض کیا "آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ کسی خادم کو جگا لیا ہوتا۔" خلیفہ نے جواب دیا "وہ سب سوئے ہوئے ہیں انہیں اِس وقت کیوں تکلیف دی جائے۔" مَیں نے کہا "مَیں خود ہی پی لیتا"۔

میرا یہ جواب سُن کر بولے۔ انسان کے لئے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے۔

(۳۸) خلیفہ مہتدی، زُہد و اتقا کا ایک مجسّم نمونہ

خلفائے عباسیہ کے عیش و عشرت کی رنگین داستانیں تاریخوں اور قصّوں میں بہت رنگ آمیزی سے بیان کی گئی ہیں لیکن اِس بات سے انکار نہیں

کیا جاسکتا کہ یہ مطلق العنان حکمران شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے اور حکومت کے روپئے کو پانی کی طرح بہاتے تھے۔ مگر خلیفہ مہتدی نے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بساطِ عیش کو الٹ دیا۔ اور اس کی جگہ ایک بوریائے فقر بچھا دیا۔

یہ ایک عادل اور منصف مزاج حکمران تھا۔ اُس نے ایک خاص عمارت بنوائی جسے "قبتہ المظالم" کہتے تھے۔ اس میں وہ روزانہ بیٹھکر عوام کی شکائتیں سنتا اور اُنکی دادرسی کرتا۔ عدالت کی کُرسی پر بیٹھکر وہ اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق نہ کرتا۔

اس کی زندگی بالکل درویشانہ تھی۔ اور زُہد و اتقا کا ایک مجسّم نمونہ تھی۔ ابوالعباس بن ہاشم کا بیان ہے کہ میں رمضان کی ایک شام کو خلیفہ مہتدی کے پاس تھا۔ افطاری کے قریب اُس نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور نماز کے بعد کھانا آیا جس میں صرف دو روٹیاں۔ کچھ نمک۔ کچھ سرکہ اور کچھ زیتون کا تیل تھا۔ خلیفہ نے مجھے کھانے پر بٹھالیا۔ میں نے چند لُقمے لے لئے۔ میرا خیال تھا کہ یہ محض افطاری ہے۔ اصل کھانا بعد میں آئیگا۔ مہتدی نے پُوچھا آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ کیا آج روزہ نہ تھا؟ میں نے کہا "کیوں نہیں"۔ پھر کہا "کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں؟" میں نے کہا "رمضان کا مہینہ ہے۔ روزہ کیوں نہ رکھوں گا"؟

پھر کہا جو کچھ تمہارے سامنے موجود ہے یہاں اسکے سوائے کچھ نہیں۔ ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ سُن کر مجھے حیرت ہُوئی کہ ایک عظیم الشان بادشاہ کا دسترخوان اور اس پر دو روٹیاں اور سرکہ اور زیتون کا تیل اور بس۔

مَیں نے کہا امیر المومنین "آپ کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے"۔ اس نے کہا۔ یہ سچ ہے اور اس پر خدا کا شکر ہے۔ مگر یہ خزانہ سب رعایا کا مال ہے اور رعایا کی بہبودی کیلئے خرچ ہونا چاہیئے نہ کہ خلیفہ کے عیش و عشرت پر"۔

(۳۹) مسکین نوازی

حضرت ربیع بن خثیم تابعین[1] میں سے ہیں۔ وہ زاہد گوشہ نشیں تھے۔ لیکن جہاد کے وقت وہ گوشہ نشینی سے نکل کر میدان جنگ میں پہنچ جاتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں انہوں نے اکثر جہادوں میں حصہ لیا اور یہ جہاد محض اللہ کیلئے ہوتے تھے۔ وہ مال غنیمت میں سے ایک پائی تک نہ لیتے تھے۔

اُن کا ہر کام محض اللہ تبارک تعالےٰ کی خوشنودی کیلئے ہُوا کرتا تھا۔ غریبوں اور مسکینوں کو اچھے اچھے کھانے پکوا کر کھلاتے۔ حالانکہ آپ کی غذا بالکل سادہ ہوتی ایک مرتبہ آپ نے اپنے گھر والوں کو ایک نہایت ہی مرغن اور اعلیٰ قسم کا کھانا پکانے کو کہا۔ چونکہ وہ اپنے لئے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے۔ اسلئے ان کی بیوی نے نہایت اہتمام سے وہ کھانا تیار کیا جب کھانا پک گیا تو وُہ اُسے ایک دیوانہ کے پاس لے گئے جو اُنکے پڑوس میں رہتا تھا اور اُسکے سامنے کھانا رکھکر اُسے اپنے ہاتھ سے کھلانا شروع کیا۔

[1] جن لوگوں نے رسُول اللہؐ کو بحالتِ ایمان دیکھا ہو انہیں صحابی کہتے ہیں صحابہ کو دیکھنے والوں کو تابعین اور تابعین کو دیکھنے والوں کو تبع تابعین کہتے ہیں۔

اس دیوانے کے منہ سے لعاب بہتا جاتا تھا اور حضرت ربیع اس لعاب کو صاف کرتے جاتے اور کھانے کے لقمے اسکے منہ میں ڈالتے جاتے۔ جب اُسے کھلا کر واپس آئے تو بیوی نے کہا "میں نے زحمت اُٹھا کر یہ کھانا تیار کیا اور تم نے لے جا کر ایک دیوانے کو کھلا دیا جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اُس نے کیا کھایا!"

آپ نے جواب دیا "لیکن خدا تو جانتا ہے"۔

۳۰ سفیان ثوریؒ کی بے نیازی

سفیان ثوریؒ مشہور محدّث اور عالم گذرے ہیں۔ وہ امراء اور سلاطین سے بہت گھبراتے تھے۔ ایک دفعہ خلیفہ مہدی عباسی نے کسی طرح آپ کو دربار میں بلایا۔ آپ شاہی آداب بجالانے کی بجائے محض السلام علیکم کہتے ہوئے خلیفہ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

مہدی نے محض خوش طبعی کے طور پر آپ سے کہا۔ "آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ آج تو آپ میرے قبضہ میں پھنس گئے۔ اب جو حکم چاہوں آپ کے متعلق دے دوں"۔

سفیان ثوری نے جواب دیا "جو حکم تم میرے متعلق کرو گے وہی حکم قادر مطلق تمہارے متعلق کرے گا"۔ اس جواب پر بادشاہ کا چوب بردار کچھ برافروختہ ہوا لیکن مہدی نے اُسے روک دیا۔

اسکے بعد مہدی نے کہا میں آپ کو کوفہ کا قاضی یا جج مقرر کرتا ہوں۔ اور

آپ کو یہ بھی آزادی ہے کہ آپ کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ پھر مہدی نے حکم لکھکر پروانہ آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

جب سفیان ثوری دربار سے نکلے تو پروانے کو پُرزے پُرزے کرکے دریائے دجلہ میں پھینکا اور آپ کہیں رُوپوش ہوگئے۔ مہدی نے آپ کی بہت تلاش کی لیکن ناکام رہا۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنا زندگی کا مقصد صرف علم کی خدمت سمجھ رکھا تھا اور یہ عہدوں کے بھوکے نہ تھے۔

ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کا لڑکا قاضی شریک کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنکے پاس ٹیک لگاکر کھڑا ہوا اور ایک حدیث پوچھی۔ قاضی نے شہزادہ کی طرف توجہ نہ کی۔ شہزادہ نے دوبارہ قاضی کو مخاطب کرتے ہوئے پھر وہی حدیث پوچھی لیکن قاضی نے مطلق پروانہ کی۔

لڑکا بھی آخر شہزادہ تھا اور اُسکے دماغ میں حکومت کا نشہ موجود تھا۔ کچھ چمک کر بولا "آپ خلیفۂ وقت کے خاندان کی توہین کرتے ہیں؟"

قاضی نے جواب دیا۔ یہ نہیں۔ البتہ میں علم کا احترام کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی علم کا احترام کرنا سیکھو۔

شاہزادہ سمجھدار تھا۔ فوراً سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر قاضی کے سامنے ادب

سے جا بیٹھا اور پھر حدیث پُوچھی۔ قاضی شریک نے کہا۔ ہاں اِس طرح علم سیکھا جاتا ہے۔

(۲۲) جیسا باپ ویسی بیٹی

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کا ایک ولولہ انگیز واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مشہور صحابی نبی کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائیؓ کے بیٹے تھے۔ اِن کی ماں اسماءؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آٹھ سال کی عُمر میں رسُول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بڑے بہادر شجاع اور حوصلہ مند بُزرگ تھے اور طرابلس انہیں کی ہمّت سے فتح ہُوا۔

سیّدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد یزید نے بیعت لینے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

سیّد الشّہدا حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کیلئے جتنی دفعہ یزید اور اسکے خاندان کے خلاف صف آرائیاں ہوئیں ان سب میں ابن زبیرؓ پیش پیش تھے۔ یزید کے مرنے کے بعد جب اموی خاندان کے حالات پراگندہ ہو گئے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ شام چلئے اور وہاں سب اکابر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک ایک ایک حجازی کے بدلے میں

دس دس شامیوں کا سر قلم نہ کر لوں گا اُس وقت تک مَیں کچھ کرنے کو تیار نہیں۔
یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کی دست برداری کے بعد حجاز۔ عراق۔ شام اور مصر کے تمام بڑے بڑے مُلک آپ کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے ابن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن بعد میں ابن زیاد کی سازش سے مروان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔
مروان کے بعد جب اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس وقت بھی حجاز پر ابن زبیر کا قبضہ تھا۔ عبدالملک نے ابن زبیرؓ پر قابو پانے کیلئے حجاج بن یُوسف کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ابن زبیرؓ کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ حجاج نے مکّہ معظّمہ کا محاصرہ کر لیا اور سنگ باری شروع کر دی جس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔
ابن زبیرؓ بڑی بہادری سے لڑتے رہے لیکن آخر آپ مکّہ شریف کے اندر محصور ہو گئے اور باہر سے تمام امداد کے ذریعے بند ہو گئے۔ سامان رسد ختم ہو گیا۔ کھانے کے لئے پاس کچھ نہ رہا۔ یہاں تک کہ گھوڑے ذبح کر کے کھانے کی نوبت آ پہنچی۔ ابن زبیرؓ کے دس ہزار آدمیوں نے ہتھیار ڈال کر حجاج کے پاس پناہ لی۔ لیکن ابن زبیرؓ اس حالت میں بھی برابر مستقل مزاج رہے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ آخر میں اُن کے لڑکوں نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑ دیا۔
عبدالملک آپ کو رعایت دینے پر تیار تھا۔ اُس وقت آپ نے اپنی ماں حضرت اسماءؓ سے عرض کیا۔ "اماں۔ میرے تمام ساتھی ایک ایک کر کے میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ میرا سامان رسد اور خوراک سب ختم ہے۔ اس حالت میں آپ کیا فرماتی ہیں؟"
اس وقت ابو بکرؓ کی بیٹی نے جو جواب اپنے بیٹے کو دیا اس پر عورتوں کی تاریخ

ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ یہ وہ جواب ہے جس نے عورتوں پر کمزوری کے دھبّہ کو دھو ڈالا ہے۔

"آپ نے فرمایا۔ بیٹا۔ اگر تم حق کیلئے لڑتے ہو تو اب بھی لڑو۔ اگر ناحق کیلئے لڑتے ہو تو تم سے بُرا کون ہوگا؟ اور اگر اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہو تو یاد رکھو شریفوں اور دینداروں کا یہ شیوہ نہیں۔ تم کو کب تک دُنیا میں رہنا ہے۔ جاؤ۔ حق پر جان دینا اور سچائی کیلئے فنا ہو جانا دُنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ پھر آپ نے بیٹے کو دعائیں دیں اور گلے لگا کر رخصت کیا۔"

جب ماں نے حضرت ابن زبیرؓ کو سینہ سے لگایا تو جسم کچھ سخت محسوس ہوا۔ پوچھا یہ کیا بات ہے؟ حضرت ابن زبیرؓ نے جواب دیا۔ میں نے دوہری زرہ پہن رکھی ہے۔ حضرت اسماءؓ نے کہا۔ تم شہادت کے طلبگار ہو لیکن جان کو عزیز رکھتے ہو۔ یہ شہدائے حق کا شیوہ نہیں۔ چنانچہ آپ نے اُسی وقت زرہ اُتار دی پھر کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ میری شہادت کے بعد دُشمن لاش کے ٹکڑے نہ کر دیں۔ حوصلہ مند ماں نے کہا بیٹا "جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو خواہ اس کی کھال کھینچی جائے یا اُس کے اعضا کاٹ دیئے جائیں اُسے کوئی پروا نہیں ہوتی"۔

ماں سے رخصت ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میدان جنگ میں نکلے اور بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حجاج نے آپ کی شہادت کے بعد آپ کی لاش کو سُولی پر لٹکا دیا۔ کئی دن کے بعد حضرت اسماءؓ کا اُدھر سے گذر ہوا اور بیٹے کی لاش سُولی پر لٹکتی دیکھ کر فرمایا "ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اُترا"۔

(۷۳) طارق بن زیاد کا جہاز وں میں آگ لگا دینا

ولید اوّل کے زمانہ میں موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کا حاکم تھا۔ اس نے ولید سے درخواست کی کہ سپین پر لشکر کشی کی اجازت دی جائے۔ ولید نے جواب دیا کہ پہلے آزمائشی طور پر ایک دستہ فوج وہاں بھیجا جائے تاکہ اس ملک کی صحیح حالت کا اندازہ ہو سکے۔ موسیٰ نے اپنے غلام طریف کو چار سو سپاہیوں کے ہمراہ چار کشتیوں میں روانہ کیا۔ وہ اُندلس کے جنوبی جزیرہ نما کے مغربی ساحل پر اُترا اور الخضرا کو تاخت و تاراج کر کے وہاں سے بہت سامال غنیمت لیکر واپس آیا۔

اسکے بعد ۹۱ھ میں موسیٰ بن نصیر نے اپنے دُوسرے غلام طارق بن زیادؒ کو سات ہزار فوج کے ساتھ سپین کی مہم پر روانہ کیا۔ یہ اسلامی لشکر طارقؒ کے زیر کمان جزیرہ نما کے مشرقی ساحل پر اُترا اور اُس پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا جو آج جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے۔

طارقؒ نے ساحل پر اُترتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام جہازوں کو جن میں اسلامی فوج نے سمندر کو عبور کیا تھا اکٹھا کر کے آگ لگا دی۔ فوج کے سپاہیوں اور دُوسرے ہمراہی افسروں نے کہا۔ طارق یہ عقلمندی نہیں۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے سمندر۔ اگر خدانخواستہ ہم پسپا ہوئے تو کہاں جائیں گے۔ سمندر میں ڈوب مرنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

طارقؒ نے جواب دیا۔ مسلمان پیچھے ہٹنے اور بھاگ کر جان بچانے کیلئے پیدا نہیں

ہوا مسلمان کیلئے پیچھے ہٹنا عار ہے۔ ہمارے سامنے صرف دو سوال ہیں۔ یا تخت یا تختہ۔ یا تو ہم جوانمردی سے جہاد کرتے ہوئے سپین کا تخت و تاج حاصل کریں گے یا سپین میں ہماری قبریں بنیں گی۔ مجھے اپنے اور مسلمانوں کی قوت بازو پر یقین ہے اور ہمارا اس قادر مطلق پر پورا پورا ایمان ہے۔ ہم نے دُنیادی وسائل و اسباب کو توڑ کر اپنا رشتہ اس خدا کے ساتھ جوڑ دیا ہے جو مسبب الاسباب ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس کی مدد سے کامران و کامیاب ہوں گے۔

سپین کے بادشاہ کو جب مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع ملی تو بادشاہ راڈرک خود بہ نفس نفیس ایک لاکھ آزمودہ کار سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کیلئے بڑھا۔ طارقؒ کے پاس پہلے سات ہزار سپاہی تھے لیکن بعد کی کمک سے یہ تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ بارہ ہزار ناتجربہ کار نوجوانوں کا ایک لاکھ کہنہ مشق سپاہیوں سے مقابلہ تھا۔ لیکن اس سے پہلے کئی معرکوں میں مسلمان دس ہزار فوج سے ایک لاکھ کو شکست دے چکے تھے۔ اسلئے یہ بارہ ہزار کی تعداد سپین فتح کرنے کیلئے کافی تھی۔ مسلمان نہایت بہادری اور جانبازی سے لڑے۔ وہ جہازوں کو آگ لگا چکے تھے۔ واپسی کا انہیں خیال ہی نہ تھا اُن کیلئے موت تھی یا فتح۔ بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا۔ اور آخر مسلمانوں نے میدان جیت لیا اور راڈرک شاہِ سپین دریائے لکہ میں ڈوب کر مر گیا۔

(۲۲) ایک عادل قاضی

قاضی شریحؒ بن حارث تابعین میں سے تھے وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لیکر

عبدالملک کے زمانہ تک مسلسل ساٹھ[60] برس تک عہدۂ قضا پر فائز رہے۔
وہ نہایت ہی منصف مزاج۔ دیانتدار اور عدل کرنے والے قاضی تھے۔
ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پسندیدگی کی شرط پر ایک گھوڑا لیا۔ امتحان میں گھوڑا چوٹ کھا کر داغدار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ گھوڑا اصل مالک کو واپس کرنا چاہا۔ مالک نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر تنازعہ ہوا اور شریح بن حارث ثالث مقرر ہوئے۔ انہوں نے امیر المومنین کے خلاف فیصلہ کیا اور کہا یا تو آپ یہ گھوڑا اسی حالت میں لے لیں یا اسے اُس حالت میں واپس کریں جس حالت میں لیا تھا اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ اس پر بہت خوش ہوئے اور انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔
اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانۂ خلافت کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گر پڑی۔ وہ ایک یہودی کے پاس پائی گئی۔ حضرت علیؓ نے قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تمہارا کیا جواب ہے؟ یہودی نے کہا میری ملکیت کا یہ ثبوت کافی ہے کہ زرہ میرے قبضہ میں ہے۔ پھر قاضی نے حضرت علیؓ سے شہادت طلب کی۔ انہوں نے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے کہا میں قنبر کی شہادت قبول کرتا ہوں لیکن حضرت حسنؓ کی شہادت مسترد کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا آپ نے نبی کریمؐ کا یہ ارشاد نہیں سُنا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟" شریح نے کہا میں نے سُنا ہے لیکن باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔
اِس فیصلہ کو حضرت علیؓ نے تسلیم کر لیا اور زرہ یہودی کے پاس رہنے دی۔ اِس واقعہ کا یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے اقرار کر لیا کہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے اس نے

کہا تمہارا دین سچا ہے۔ پھر اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے پڑوس میں ایک موچی رہا کرتا تھا۔ وُہ دن بھر تو کام کرتا لیکن شام کو جب گھر واپس لوٹتا تو اپنے ساتھ گوشت یا مچھلی لے آتا جسے وُہ بھون کر کھاتا اور اس کے ساتھ شراب پیتا۔ اور جب شراب کے نشے میں بدمست ہو جاتا تو بہت شور کرتا اور عربی کا ایک شعر بار بار پڑھتا جس کا مطلب یہ ہے۔

لوگوں نے مجھ کو ضائع کر دیا۔ اور کیسے بہادر کو ضائع کر دیا جو لڑائی میں اُن کے کام آتا۔

اس طرح وُہ ہر روز شراب پی کر شور کرتا اور بار بار یہ شعر پڑھتا۔ اگرچہ اس کے شور سے امام صاحب کو بہت تکلیف ہوتی لیکن آپ کبھی اُسے بُرا بھلا نہ کہتے۔

ایک رات جب امام صاحب نماز پڑھنے لگے تو موچی کا شور و غوغا نہ سُنا۔ اور تمام رات اسکی آواز آپ کے کان میں نہ آئی۔ صُبح سویرے دوسرے پڑوسیوں سے پُوچھا تو آپ کو معلوم ہُوا کہ اُسے پولیس گرفتار کر کے لے گئی اور وُہ قید خانے میں ہے۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر امیر کے پاس گئے اور موچی کی رہائی کی درخواست کی۔ امیر آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تعمیل کی اور موچی کو رہا کر دیا بلکہ اُن تمام مجرموں کو بھی رہا کر دیا جو اس رات گرفتار ہو کر آئے تھے۔

جب امام صاحب واپس آئے تو موچی بھی ساتھ تھا۔ آپ نے ازراہِ تمسخر موچی کو

کہا۔ کیوں بھائی۔ ہم نے تو تمہیں ضائع نہیں کیا۔ موچی آبدیدہ ہو کر بولا" نہیں آپ نے تو ہمسائیگی کا حق ادا کیا۔" پھر آپ نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔" آخر تمہیں بھی ہمسائیگی کا حق ادا کرنا چاہیئے۔" موچی نے آپ سے معافی مانگی اور آئندہ شراب پینے سے توبہ کی۔

(۲۲) حضرت ابو یعقوبؒ کی ایمانداری

حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک اور پارسا بزرگ گذرے ہیں یہ ایک شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے لیکن فقیری اختیار کر لی تھی اور چٹائیاں بنا کر گذارہ کرتے۔

ایک دفعہ وہ دمشق گئے اور وہاں بیمار پڑ گئے۔ وہاں کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ ایک شاہی باغ میں درختوں اور میوؤں کی رکھوالی کی نوکری اختیار کر لی۔ وہ چھ مہینے تک وہاں ملازم رہے۔ میوے پکتے رہے اور اُترتے رہے لیکن انہوں نے کبھی کسی گرے پڑے پھل کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔

ایک دن سُلطان نور الدین سیر کرتا ہوا باغ میں آ نکلا۔ باغ کے افسر نے حضرت ابو یعقوبؒ کو ایک میٹھا انار لانے کا حکم دیا۔ وُہ ایک پکا ہوا انار لے آئے جب بادشاہ نے اسے چکھا تو وہ کھٹا تھا۔ افسر نے ایک اور انار لانے کیلئے کہا لیکن وُہ بھی کھٹا تھا۔ پھر حکم دیا اور لاؤ۔ مگر یہ بھی کھٹا ہی نکلا۔ اب باغ کا افسر جھنجلا کر بولا تم چھ مہینے سے اِس باغ میں نوکر ہو اور اب تک تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سا

ہو دا میٹھے پھل کا ہے اور کون سا کھٹے پھل کا؟

ابو یعقوبؒ نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ آپ نے مجھے پھلوں کی رکھوالی کیلئے ملازم رکھا ہے چکھنے کیلئے نہیں۔ جب بادشاہ نے آپ کا یہ جواب سُنا تو پوچھا آپ کا نام اور وطن؟ ابو یعقوب نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ سُلطان آپ کا نام سُن چکا تھا۔ وہ خود بھی ایمان دار اور پرہیز گار انسان تھا۔ بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور جاتے وقت اپنے ہمراہ اپنے محل میں لے گیا اور کئی دن تک بطور مہمان اپنے پاس رکھا۔

(۴۷) بادشاہ ناصر الدین کی پارسائی

دہلی کا بادشاہ ناصر الدین نہایت ہی سادہ۔ نیک دل اور پارسا تھا۔ جتنا عرصہ وہ بادشاہ رہا اُس نے سرکاری خزانہ سے ایک پیسہ بھی اپنے اور اپنے خاندان پر خرچ نہ کیا۔ وہ اچھا خوشنویس تھا۔ وہ قرآن شریف لکھتا اور اس کی آمدنی سے اپنا اور اپنی بیوی کا پیٹ پالتا۔

اس کی ملکہ گھر کا کام کاج خود کرتی۔ اسکے پاس کوئی خادمہ نہ تھی۔ وہ خود ہی کھانا پکاتی اور کپڑے سیتی۔ غرض گھر کا سارا کام خود ہی کرتی۔ ایک دن روٹی پکانے میں اس کا ہاتھ جل گیا۔ جب بادشاہ سلامت گھر آئے تو کہا "آپ مجھے ایک خادمہ رکھنے کی اجازت دے دیں جو گھر کے کام کاج میں میری مدد کرے"۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ بیگم تم جانتی ہو۔ میں ایک غریب آدمی ہوں میری آمدنی

میرے ہاتھ کی کمائی پر موقوف ہے۔ تم جانتی ہو۔ قرآن مجید لکھتا ہوں اور اسکی آمدنی سے اپنا اور تمہارا پیٹ پالتا ہوں۔ اور اس آمدنی میں ایک خادمہ ملازم رکھنے کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ میں بادشاہ ہوں مگر حقیقت میں ایک غریب آدمی ہوں سلطنت کا خزانہ رعایا کی ملکیت ہے۔ میں اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اسے رعایا کی بہبودی میں خرچ ہونا چاہئیے۔ اگر آج میں اس خزانہ سے کچھ لے لوں تو کل خدا کو کیا جواب دُوں گا۔ حلال کی کمائی پر صبر شکر کرو۔ خُدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

ملکہ بھی بہت ہی شریف اور نیک تھی اس نے بادشاہ کے حُکم پر لبّیک کہا اور آئندہ کبھی شکایت نہ کی۔

(۴۸) حضرت مالک دینارؒ کی انکساری

حضرت مالک دینارؒ حضرت حسن بصریؒ کے مصاحبین میں سے تھے۔ اُن کا اصلی نام مالک تھا۔ مالک دینار کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار تھے ملاحوں نے کشتی کا کرایہ طلب کیا۔ آپ نے کہا میرے پاس نہیں۔ انہوں نے آپ کو اِس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر دُوسری بار کہا اگر تم کرایہ ادا نہیں کرو گے تو ہم تمہیں دریا میں پھینکتے ہیں۔ اتنے میں دریا کی مچھلیاں پانی سے باہر نکل آئیں اور ہر ایک کے مُنہ میں ایک ایک دینار تھا۔ مالک نے ایک دینار مچھلی کے مُنہ سے لیکر کشتی والوں کو دے دیا۔ اور اُس دن سے مالک دینار کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ بہت ہی عابد۔ زاہد اور متواضع تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔

اُن کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ آپ کے گھر کا محراب یہودی کے مکان کے دروازہ پر تھا۔ یہودی نے وہاں پاخانہ بنالیا اور ہر روز آپ کے مکان میں نجاست پھینک دیتا۔ اور مکان کو ناپاک اور گندا کرادیتا۔ ایک مدت تک وہ ایسا کرتا رہا۔ مگر نہ ہی آپ نے کسی سے شکوہ کیا اور نہ یہودی سے شکایت کی۔

ایک دن وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور کہا۔ اے مالک کیا تجھے میرے پاخانہ سے تکلیف تو نہیں؟ آپ نے فرمایا تکلیف تو ہے لیکن میں نے ایک جھاڑو اور ٹوکری بنالی ہے۔ اس سے صاف کرلیتا ہوں اور پانی سے فرش کو دھو ڈالتا ہوں۔ اس نے کہا آپ ہر روز یہ تکلیف کیسے برداشت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ایسا ہی حکم ہے مومن غصّے کو روکتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ تم میرے ہمسائے ہو۔ میں تم سے شکایت کرکے تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ آپ کی انکساری اور صبر کا یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔

۷۹ شیخ عبدالقادر غوثِ اعظمؒ کی سچائی کا بدلہ

پُرانے زمانہ میں ریل گاڑیاں اور موٹریں نہ تھیں۔ لوگ دُور دراز کا سفر پیدل ہی کرتے اور ایک مقام سے دُوسرے مقام کو جانے کیلئے بڑے بڑے قافلوں کے ساتھ ہولیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ بغداد کو جارہا تھا۔ اس میں بہت سے سوداگر تھے جو تجارتی سامان لے جارہے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی

تھا جو گھر سے علم حاصل کرنے کیلئے نکلا تھا۔

اُن دنوں راستے بہت خطرناک ہُوا کرتے اور اکثر رہزن مُسافروں کو لُوٹ لیا کرتے۔ جب یہ قافلہ ریگستان میں سے گذر رہا تھا تو اچانک ڈاکوؤں نے اُس پر حملہ کر دیا اور تمام سامان لُوٹ لیا۔ انہوں نے سب مُسافروں کے کپڑوں کو ٹٹولا اور جو کچھ دستیاب ہُوا چھین لیا۔

جب وُہ اس کمسن کے پاس آئے تو اُسکے کپڑوں کو بھی ٹٹولا لیکن انہیں سوائے چند کتابوں کچھ ستّو اور سُوکھی روٹیوں کے اَور کچھ نہ مِلا۔ ایک ڈاکو نے لڑکے سے سوال کیا۔ کیا تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ پُوچھا کیا؟ لڑکا بولا: چالیس دینار۔ ڈاکو نے پھر کپڑوں کو ٹٹولا مگر کچھ نہ ملا۔ وہ سمجھا لڑکا مذاق کر رہا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ مَیں سچ کہہ رہا ہُوں۔ اور اپنی عبا کا استر دکھایا جس میں وُہ چالیس دینار سِلے ہوئے تھے۔ ڈاکو نے وہ دینار نکال لئے اتنے میں ڈاکوؤں کا سردار بھی آگیا اور سب نے اُسے تمام قصّہ کہہ سُنایا۔ سردار نے کہا۔ لڑکے تُو بڑا بیوقُوف ہے۔ اگر تو انہیں نہ بتاتا تو کسی کو ان دینار کا پتہ نہ چلتا۔

لڑکا بولا۔ جناب گھر سے رُخصت ہونے پر میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا جُھوٹ نہ بولنا۔ مَیں اپنی ماں کے حُکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس لئے مَیں نے سچ سچ کہہ دیا۔ مَیں وعدہ کر چکا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولوں گا خواہ اس سے میری جان ہی چلی جائے۔

لڑکے کی اِس سچّی بات سے ڈاکو کے دِل پر گہرا اثر ہُوا۔ اسکی آنکھوں میں آنسُو بھر آئے اور کہنے لگا۔ افسوس یہ چھوٹا لڑکا اپنی ماں کے حکموں کا اِس قدر

فرمانبردار ہے لیکن میرے بال سفید ہو گئے ہیں اور مجھے اپنے مالک کے حکم کا ذرا بھی احساس نہیں۔ پھر اُس نے لڑکے کا برکت والا ہاتھ پکڑا اور دُکر کہنے لگا اے سچے اور ایماندار لڑکے مَیں تیرے سامنے توبہ کرتا ہُوں اور قسم کھاتا ہُوں کہ آئندہ کبھی اپنے مالک کے حکم سے مُنہ نہ موڑوں گا۔

اپنے سردار کی یہ حالت دیکھکر دُوسرے قزاقوں نے کہا۔ اے سردار پہلے تو بُرے کاموں میں ہمارا سردار تھا۔ اب اچھے کام میں بھی ہمارا سردار ہی رہے گا۔ سب نے مِلکر توبہ کی اور رہزنی کو چھوڑ کر خُدا کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔

یہ سچائی کی فتح تھی۔ اور یہ چھوٹا بچہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ تھے جو غوث اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔

۵۰ ایک بیوہ کی جُرأت

ایک دفعہ سُلطان ملک شاہ سلجوقی شکار کھیلنے کیلئے گیا۔ جنگل میں رات ہو گئی اور بادشاہ کو اپنے لشکریوں کے ہمراہ ایک گاؤں میں ٹھہرنا پڑا۔ اِس گاؤں میں ایک بیوہ رہتی تھی جس کے پاس ایک ہی گائے تھی جس کے دُودھ سے وُہ اپنے تین بچوں کی پرورش کرتی۔

شاہی آدمیوں نے گائے کو زبردستی پکڑ کر ذبح کرلیا۔ جب بیوہ کو خبر ہوئی تو وہ بدحواس ہو گئی مگر اُن سے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ آخر اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دادخواہی کا ارادہ کیا لیکن افسروں نے انہیں بادشاہ تک پہنچنے نہ دیا

دوسرے دن اُسے معلوم ہُوا کہ بادشاہ فلاں راستہ سے شکار کیلئے نکلے گا وہ اصفہان کی نہر کے پُل پر جا کر بیٹھ گئی اور جب وہاں سے بادشاہ کا گذر ہُوا تو اُس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور بادشاہ کو مخاطب کر کے بولی۔

"اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرا انصاف اِس پُل پر کریگا یا پُل صراط پر کریگا؟"

بادشاہ اور اسکے ہمراہی ایک بڑھیا کی جُرأت اور بیباکی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ بادشاہ گھوڑے سے نیچے اُترا اور کہا "مَیں پُل صراط پر فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مَیں ابھی فیصلہ کروں گا۔ اے امّاں مجُھے بتا تُو کیا فیصلہ چاہتی ہے"؟

بُڑھیا نے تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ بادشاہ نے لشکریوں کی اس غاصبانہ رَوِش پر اظہارِ افسوس کیا اور اُسی وقت حکم دیا کہ بُڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستّر گائیں دی جائیں اور دوبارہ معذرت کرتے ہوئے بُڑھیا سے التجا کی کہ وہ اس کا گناہ بخش دے۔ جب تک بُڑھیا رضامند نہ ہوئی اس وقت تک بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہُوا۔

تمام شُد

ناشر

کتب خانہ رشیدیہ دہلی